حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

تحقیقِ حلال و حرام

در جواب : "متعہ اور اسلام"

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

دار العرفان ○ منارہ ○ ضلع چکوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ
رسولہ محمد وّ آلہ وّ اصحابہ اجمعین ط امّا بعد۔

مولوی علی نقی صاحب شیعہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام متعہ اور اسلام رکھا ہے اور اس کتاب میں جناب نے متعہ کی اباحت اور جواز کو ثابت کرنے کی پوری کوشش کر کے امت محمدیہ پر احسان کرنا چاہا کیوں نہ ہو۔ جس متعہ کا قرآن ذکر تک نہیں کرتا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِن اللہ قد حرّم الیٰ یوم القیامۃ (تحقیق خداتعالیٰ نے متعہ کو قیامت تک حرام کر دیا ہے) فرما کر حرام قرار دیں اپنی اُمّت کے لئے اور پھر اسی فرمانِ نبوی پر اُمّت کا اجماع بھی ہو جائے کہ متعہ حرام ہے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے سچے جانشینوں یعنی خلفائے راشدین نے بھی متعہ کو حرام فرمایا کسی خلیفۂ رسول نے متعہ کی اباحت زبان سے نہیں نکالی اور اسی حُرمت پر تمام صحابہ کرام کا اتفاق تھا۔

جس کو اس حرمت کی اطلاع نہیں ہوئی اس نے کچھ دن اختلاف کیا مگر جب اطلاع ہوتی گئی فوری اِس اختلاف کو ترک کر کے متفق ہو گیا۔ اور پھر آج چودھویں صدی میں ایک آدمی اُٹھ کر ایک ایسے مسئلے کی اباحت کو ثابت کرتا ہے جس کی حُرمت

پر پوری اُمت کا اتفاق تھا۔ تو کیا وہ قابلِ تحسین نہیں ہے؟.......... مولوی علی نقی صاحب کو داد ملنی چاہیئے کہ آئندہ بھی ایسے مسائل جنکی حرمت پر پوری اُمّت کا اتفاق ہو اُن کو جائز اور مباح ثابت کر کے اُمّت کے سامنے پیش کر کے ثوابِ دارین حاصل کریں اور شارع علیہ السلام کی رُوح پر فتوح کو بھی فرحت حاصل ہو۔

علی نقی صاحب! اِس دَور میں واقعی جناب جیسے محقق مجتہد کی ضرورت تھی جو متعہ جیسے قبیح فعل کو حسین ثابت کرتا۔ یہ کمی جناب کے قلم سے پوری ہو گئی ہے۔

یہ عجیب کتاب میرے دوست حضرت مولٰنا پیر احمد شاہ بخاری کے ہاتھ آئی اُن کی نظر اس پر پڑی تو میری طرف لکھا کہ "متعہ اور اسلام" کا مطالعہ آپ کے لیئے ازبس ضروری ہے پھر جناب نے بندہ کے پتہ پر چکڑالہ ایک نسخہ بھیج دیا۔ ناچیز نے اس کے چند صفحات دیکھے تو سوائے موضوع اور ضعیف اور اُن روایات کے جو صحابہ کرام سے قبل از رجوع مروی ہیں کچھ ہی نہ پایا تو اس کے جواب کا خیال ترک کر دیا تھا۔ گو علی نقی صاحب اپنے مذہب کے محقق و مجتہد ہیں مگر ہم ایسے شخص کو ابو زید سروجی کا ہم پلّہ سمجھ کر لائقِ گفتگو ہرگز نہیں سمجھتے اگر بخاری صاحب موصوف کا اصرار نہ ہوتا تو ہم اِس راہ میں قدم نہ رکھتے۔

جناب علی نقی صاحب

اپنی کتاب مذکورہ کے صفحہ ۱۷۔ ۱۸ پر متعہ کے اثبات کے لیئے فرماتے ہیں کہ وہ مذہب، مذہب ہی نہیں جس میں انسانی ضروریات کی اور جذباتِ نفسی کی رعایت نہ کی گئی ہو بلکہ وہ شریعت قابلِ عمل ہی نہیں کہ اُس پر عمل کیا جائے۔

(الجواب) علی نقی صاحب! آپ کے دماغ میں متعہ کا اس قدر نشہ کیوں بھرا گیا ہے کہ اگر شریعت متعہ کے جواز کا فتوےٰ دیتی ہے تب تو قابلِ عمل ہے ورنہ نہیں اور شریعت کا حُسن و قبح بھی متعہ کے جواز پر موقوف ہے۔ العیاذ باللہ! اجی شریعت اِنسانی خواہشات کے تابع نہیں، انسانی خواہشات شریعت کے تابع ہیں۔ اور جس ربّ نے انسانی ضروریات اور جذبات کو پیدا کیا ہے اُس نے اُن کی رعایت بھی شریعت میں ملحُوظ رکھ کر چار آزاد عورتیں اور لاتعداد لونڈیاں حلال فرمائی ہیں اور اِن سے جو تجاوز کرتا ہے اس کو تعدی کرنے والا فرمایا ہے۔ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ۔ بیویوں اور لونڈیوں سے جو تعدی کرتا ہے یعنی متعہ کا طالب ہے وہ خدائی حُدود سے تجاوز کرنے والا ہے اور شریعت غرا جس حکم کو حرام قرار دیتی ہے۔ تو اس میں بھی انسانی مراعات ملحوظ ہوتی ہیں۔

علی نقی صاحب نے صد ۱۹ پر عقدِ نکاح کا یہ فلسفہ بیان کیا ہے کہ نکاح سے مقصد فراہمی نسل و حصُول اولاد نہیں بلکہ غض بصر و احصان فرج اور انسان کے فطرتی جذبات و خواہش نفس کی مراعات ملحوظ ہیں پھر اس دعوے پر اپنے ذہن کے مطابق بخاری شریف کی دو حدیثیں نقل فرمائی ہیں۔

(الجواب) علی نقی صاحب! شریعت نے نکاح میں دو۲ فائدے ملحوظ فرمائے ہیں۔ ایک حصُول اولاد جو اہم مقصد ہے نکاح سے۔ دوم غض بصر و احصان فرج۔ چونکہ یہ فائدہ علّت صوری کی شکل میں ہے۔ جو اوّل معلوم ہوتا ہے اس کو شارع علیہ السلام نے بیان فرمادیا اور حصول اولاد کا بمنزلہ علّت غائی کے ہے۔ جس کو ہر کوئی جانتا ہے اس کو بیان نہ فرمایا۔ عدم بیان سے عدم فائدہ لازم نہیں آتا۔

علی نقی صاحب! خدا تعالیٰ نے انسان کو بقاءِ نوع کا سخت محتاج پیدا کیا ہے اور بقاءِ نوعِ انسانی موقوف ہے توالد و تناسل پر اور توالد موقوف ہے نکاح صحیح پر۔ زنا کو شریعت نے اسی وجہ سے حرام قرار دیا ہے کہ اس سے نسلِ انسانی ضائع ہو جاتی ہے۔ بخاری کی حدیث و باقی احادیث جہاں کہیں آئی ہیں اُن کا مطلب یہ ہے کہ بصر بدکاری کی طرف راہ نمائی کرتی ہے اور فرج آلہ ہے بدکاری کا اور بدکاری سے نسلِ انسانی ضائع ہو جاتی ہے اور اِن دونوں سے محفوظ رہنے کا طریقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح بتایا۔ نہ یہ کہ وضع نکاح ہی ان کے لئے ہے۔ نکاح موضوع تو ہے بقاءِ نوعِ انسانی کے لئے مگر نکاح سے غضِ بصر و احصانِ فرج بھی ہو جاتا ہے۔

جناب عالی! جذباتِ فطرتی و خواہشاتِ نفسانی بھی خدا تعالیٰ نے ہر جاندار میں بقاءِ نوع کے لئے ودیعت فرمائے ہیں جو مخلوق جوڑا سے پیدا نہیں ہوتی اس میں جذبات ہی مفقود ہیں اور بقاءِ نوعِ انسانی نکاح پر موقوف ہے۔ زنا سے تضییع اولاد ہو جاتی ہے۔

"اما حفظ النسل شرع له حد الزنا جلداً اورجما لانه مور الی اختلاط الانساب المؤدی الی انقطاع التعهد من الاباء المؤدی الی انقطاع النسل وانقطاع الانسان من الوجود شاطبی موافقات" (ص۱ ج ۲) بہر حال حفاظتِ نسل کے لئے حدِ زنا جلد رجم مقرر ہوئی کیونکہ زنا سے انساب میں اختلاط پیدا ہو جاتا ہے اور اختلاط اباؤ اجداد سے کاٹ دیتا ہے اور انقطاع اباؤ اجداد کا نسل کو کاٹ دیتا ہے یعنی نسل ختم ہو جاتی ہے جب نسل ختم ہوئی۔ تو انسان کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔

قرآن اور نکاح

(۱) "قال تعالیٰ ۔ فالئن باشروھن وابتغوا ماکتب اللہ لکم ....."

فرمانِ الٰہی ۔ پس اب عورتوں سے جماع کریں اور جو چیز (اولاد) جو تمہارے لیئے اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے اس کو طلب کریں ۔

(۲) قال تعالیٰ ۔ "نساءکم حرث لکم فأتوا حرثکم انیٰ شئتم وقدموا لانفسکم" فرمانِ الٰہی ۔ عورتیں تمہاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی میں جس طرح چاہیں اس طرح آئیں اور اپنے نفسوں کے لیئے آگے بھیجیں ۔

(۳) واستدلوا التناکح الجن فیما بینھم لقولہ تعالیٰ افتتخذ ونہ وذریتہ اولیاء من دونی وھم لکم عدو وھذا یدل علیٰ انھم تناکحون لاجل الذریتہ ۔ (فتاویٰ الحدیثیہ علامہ ابن حجر صـ۵۹ ج ۱)

اور مفسرین نے استدلال کیا ہے نکاح جن سے آپس میں چونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کیا تم پکڑتے ہو اس ابلیس اور اس کی اولاد کو دوست سوائے میرے حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں ۔

قرآن سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جنات کا نکاح بھی توالد و تناسل کے لیئے ہوتا ہے ۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں کہ عورتوں سے جب جماع کریں ۔ تو اس جماع سے خدا تعالیٰ سے اولاد طلب کریں ۔ خواہش نفسانی کی وجہ سے جماع نہ کریں ۔

نکاح اور مفسرین شیعہ کی رائے

علامہ محسن کاشی مفسر زیر آیت " وابتغوا ما کتب اللہ لکم " کے یوں فرماتے ہیں

" قیل اطلبوا ما قدر لکم واثبتہ فی اللوح من الولد بالمباشرۃ ای لا تباشروا لقضاء الشھوۃ وحدھا ولکن لا تبغوا ما وضع اللہ النکاح لہ من التناسل " کہا گیا کہ معنی آیت کا یہ ہے کہ مباشرت سے اولاد طلب کریں جو کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر فرمائی ہے اور لوح محفوظ میں ثابت کر دی ہے اور عورتوں سے محض قضاء شہوت کے لئے جماع نہ کیا کریں لیکن جماع اولاد کے لئے کریں جس کے لئے خدا تعالیٰ نے نکاح کو وضع فرمایا ہے۔ نکاح موضوع ہے کثرت توالد و تناسل کے لئے۔

(ف) علامہ محسن کی تفسیر صافی کی اس عبارت سے صاف ثابت ہوا کہ نکاح موضوع ہے توالد و تناسل کے لئے نہ غض بصر و احصان فرج کے لئے۔ پھر یہی مفسر اسی تفسیر صافی میں فرماتے ہیں زیر آیت " فاتوھن من حیث امرکم اللہ " کے۔

" قال ھذا فی الولد فاطلبوا الولد من حیث امرکم اللہ تعالیٰ لقول نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم " فرمایا یہ آیت اولاد کے حق میں نازل ہوئی ہے پس اولاد طلب کریں خدا تعالیٰ نے جہاں سے حکم دیا ہے واسطے فرمان خدا تعالیٰ کے کہ عورتیں تمہاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی میں جس طرح سے چاہو اس طرح سے اُن کے پاس آئیں۔ یعنی جس طرح چاہیں مباشرت کریں۔

(ف) اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ مفسرین شیعہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ نکاح کی وضع توالد و تناسل کے لئے ہے نہ قضاء شہوت کے لئے۔ جیسا کہ علی نقی صاحب

کا خیال ہے۔

پھر یہی مفسر حضرت امام جعفر صادقؒ سے حدیث نقل کر کے اپنے دعوے پر مہر ثبت کرتے ہیں کہ نکاح اور جماع توالد و تناسل کے لئے ہے۔

"واما تلاوته علیه السلام هذه الایت عقیب ذلك فاستشهاد منه بها ان الله تعالیٰ سبحانه انما اراد طلب الولد اذ سماهن الحرث ویجوزان یکون قوله تعالیٰ من حیث امرکم الله اشارة الی الامر بالمباشرة وطلب الولد فی قوله تعالیٰ فالئن باشروهن وابتغوا ما کتب الله لکم"

اور بہر حال امام صاحب رحمہ اللہ کا اس مذکورہ آیت کے پیچھے اس آیت کا تلاوت فرمانا پس دلیل لانا ہے امام کا اس آیت سے اس امر پر کہ خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے طلب اولاد کا چونکہ خدا تعالیٰ نے عورتوں کا نام رکھا ہے کھیتی۔ اور جائز ہے قول باری تعالےٰ۔ من حیث امرکم الله اشارہ ہو طرف حکم مباشرت کے اور طلب اولاد کے بیچ قول باری تعالیٰ کے پس اب مباشرت کریں اور طلب کریں اس چیز کو یعنی اولاد کو جو خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر فرمائی ہے۔

(ف) اس حدیث امام صاحب سے نکاح کی وضع توالد و تناسل کے لئے ثابت ہوئی نہ کہ قضائے شہوت و جذبات نفسی کے پورے کرنے کے لئے۔

"یاایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً کثیراً ونساء۔" اے لوگو، خدا سے ڈرو! جس نے تم کو ایک انسان سے پیدا کیا ہے اور اسی سے اس کی بیوی بھی پیدا کی ہے اور ان دونوں سے ان کی اولاد کثیر مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلائے ہیں۔

"یاایها الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل ...."

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے کنبے قبیلے بنائے ہیں۔

(ف) ان دو آیتوں میں خدا تعالیٰ نے تخلیق مرد بیوی پر روشنی ڈال کر واضح فرما دیا ہے کہ عورت مرد کی پیدائش کی علّت غائی ہی افزونی و فراوانی نسل ہے۔ تاکہ ان دونوں سے جہان آباد ہو۔ بتایا کہ جہان کی عمارت ہی انسان سے ہے۔ اور بقاءِ انسانی توالد و تناسل پر موقوف ہے اور یہ نکاح صحیح پر موقوف ہے نہ متعہ پر، علی نقی صاحب جناب کے قلب موضوع سے خدا تعالےٰ اور اس کا رسول اور ائمہ کرام سخت ناراض ہوں گے۔ آپ کا نکاح کو خواہش نفسی و جذبہ فطری کے لئے موضوع قرار دینا حق اور انصاف کا خون کرنا ہے۔

نکاح اور فرمانِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

"قال النّبی صلی اللہ علیہ وسلم تزجوا الودود الولود فانّی مکاثر بکم الامم عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تناکحوا تکاثروا فانی اباھی بکم الامم رواہ الشافعی" حضورؐ نے فرمایا کہ ان عورتوں سے نکاح کریں جو پیار کرنے والیاں ہوں اور بہت اولاد جننے والیاں ہوں پس میں تمھاری زیادتی و کثرت سے باقی اُمّتوں پر فخر کروں گا۔

(فائدہ) احادیث کثرت سے موجود ہیں جن سے رسول خدا کا بار بار اعلان ہے۔ کہ ان عورتوں سے نکاح کرنا جن سے اولاد کثرت سے پیدا ہو سکے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کی وضع کثرتِ نسل کے لئے ہے نہ کہ قضاءِ شہوت کے لئے جیسا کہ علی نقی نے سمجھا ہے اللہ تعالیٰ بچائے اس تحقیق سے۔

نکاح اور فقہاء و علماء اُمّت

"لان المقصود الاصلی من النکاح الولد وقصد الولد بالوطی یدل علی استبقاء الملک فی الموطوۃ صیانۃ للولد اما الامۃ فالمقصود من وطیھا قضاء الشھوۃ دون الولد" بہ تحقیق اصل مقصود نکاح سے اولاد ہے اور قصد اولاد وطی سے اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ موطوۃ عورت پر مرد کا حق باقی ہے اولاد کے بچانے کے لیئے اور بہر حال باندی سے اصل مقصود قضاء شہوت ہے نہ اولاد۔ (ہدایۃ ص ۴۴۶ ج ۲)

(فائدہ) فقہاء کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ نکاح کی وضع توالد و تناسل کے لیئے ہے اور باندی محض قضاء شہوت کے لیئے موضوع ہے پس ثابت ہوا کہ نقی علی صاحب کا نکاح کو غض بصر و قضاء شہوت کے لیئے موضوع قرار دینا ان کی غلط فہمی کی وجہ سے ہے اور غلط ہے۔

نکاح شیعہ اور عدم گواہ

علی نقی صاحب نے اپنی کتاب ص ۲۳۔۲۶ پر لکھا ہے کہ نکاح صرف ایجاب اور قبول کا نام ہے گواہوں کی ضرورت نہیں نہ ہی گواہ صحت نکاح کے لیئے شرط ہیں۔ جہاں عورت مرد ایجاب قبول کر لیں راضی ہو کر نکاح ہو گیا وطی حلال ہو گئی۔ نہ کفو کی ضرورت نہ ہی رضا مندی والی کی ضرورت نہ ہی گواہوں اور وکیل نکاح کی حاجت اور علامہ حائری صاحب مجتہد پنجاب نے بھی فتاویٰ ص ۱۳ جلد ۴ پر کسی سائل کے ایک سوال کا جواب درج کیا ہے فھو ھذا۔

(سوال) کافی صہ ۱۶۱ ج ۲ پر کتاب النکاح میں ایک حدیث ہے کہ نکاح بغیر شہود کے درست ہے؟

(جواب) حدیث بالکل واضح ہے حضرت ابی عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی کسی عورت سے تزویج کرے بغیر گواہوں کے۔ آپ نے فرمایا تزویج کرے البتہ جو کچھ درمیان اس کے اور اللہ تعالیٰ کے ہے۔ جز ایں نیست شہود کی ضرورت اولاد کی وجہ سے ہے اگر یہ نہ ہو تو کچھ ڈر نہیں تھا کیونکہ نکاح ایجاب وقبول کا نام ہے اگر انھوں نے خود صیغے نکاح پڑھ لیئے تو انکا نکاح درست ہے۔ اور وطی حلال۔

حضرات شیعہ متعہ اور نکاح میں مساوات قائم کرنا چاہتے ہیں چونکہ متعہ میں گواہ نہیں ہوتے لہذا نکاح میں بھی نہ ہونے چاہئیں تاکہ مساوات قائم ہو جائے۔

"عن ذرارہ بن اعین قال سئل ابو عبد اللہ علیہ السلام عن رجل تزوج المرة بغیر شھود فقال لا بأس یتزوج التبة بینہ وبین اللہ انما جعل الشھود فی تزویج التبة من اجل الولد لولا ذلك ولم یکن باس۔" (فروع کافی جلد ۲ صہ ۱۶۱)

زارہ بن اعین بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق سے سوال کیا گیا تھا ایک مرد کے متعلق کہ اس نے نکاح کیا بغیر گواہوں کے پس امام نے فرمایا کوئی ڈر نہیں بغیر گواہوں کے نکاح کر سکتا ہے جو کچھ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے گواہ تو اولاد کی وجہ سے ہیں اگر اولاد پیدا کرنی مقصود نہ ہو تو کوئی خوف نہیں۔

"عن ھشام بن سالم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انما جعل البینات للنسب والمیراث۔" ہشام بن سالم امام جعفرؒ سے بیان کرتے ہیں کہ گواہ بنائے گئے ہیں نسب اور میراث کی وجہ سے اگر میراث یعنی اولاد پیدا کرنی مقصود نہ ہو تو نکاح بغیر گواہوں کے ہو جاتا ہے۔

"عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی الرجل یتزوج بغیر شھود قال لا بأس" (فروع کافی جلد ۲ ص ۱۶۱) امام سے سوال ہوا کہ ایک آدمی نے بغیر گواہوں کے نکاح کیا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کوئی ڈر نہیں بغیر گواہوں کے نکاح ہو جاتا ہے۔

(فائدہ) ائمہ معصومین کی احادیث سے نکاح تین قسم کا ثابت ہوا ایک متعہ۔ دوم دائمی پھر دائمی دو قسم کا ہے۔ ایک یہ کہ جس کی صحت گواہوں پر موقوف ہے۔ دوم وہ جس کی صحت گواہوں پر موقوف نہیں ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ صحت نسب اور ثبوت میراث بھی گواہوں پر موقوف ہے جس نکاح پر گواہ قائم نہیں کئے گئے اس سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ اولاد صحیح النسب نہ ہوگی۔ لہذا اس کا نکاح بھی کسی کے ہمراہ نہ ہو سکے گا۔ اور نہ ہی مستحق میراث پانے کا ہوگا۔ لہذا متعہ سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ صحیح النسب بھی نہ ہوگی نہ ہی میراث پائے گی۔ یہ بات یاد رکھنا آئندہ کام آوے گی۔

جب علی نقی صاحب اولاد متعہ کو صحیح النسب بنانے کی کوشش کریں گے اور اس کے لئے میراث بھی ثابت کریں گے۔

نکاح اور علمائے شیعہ

تمام شیعہ عموماً اور علی نقی صاحب خصوصاً غور فرمائیں۔ نکاح اختصاص اور ارتباط جانبین کو چاہتا ہے خاص کر کے اختصاص عورت کا مرد سے اور نکاح میں یہی امر مطلوب ہے اور مطمح نظر ہے کہ عورت مرد کے ساتھ خاص ہو جائے اس اختصاص کی وجہ سے دیگر مردوں کا طمع ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس اختصاص کے عقلی پہلو مختلف موجود ہیں لیکن بشہادت فطرت سلیمہ اس سے اچھا پہلو کوئی نہیں معلوم ہوتا۔ کہ عورت سے بلا واسطہ یا

بالواسطہ اس اختصاص کا اقرار علی روس الاشہاد لیا جائے جس میں بہتر پہلو یہی ہے کہ عورت کے والی بھی حاضر ہوں اور اس اختصاص اقرار کو شریعت نے شرط قرار دیا ہے۔ تاکہ باقی مردوں کا طمع و خواہش اس عورت سے کلّی طور پر ختم ہو جائے اور عدم شہود کی وجہ سے جو نوبتِ جنگ و جدال پیش آتی ہے وہ ختم ہو جائے اور اس اختصاص اقرار علی روس الاشہاد کا نام شریعت نے نکاح رکھا ہے اور جو عورت مرد بغیر گواہوں کے ایجاب کریں گے وہ حدِ زنا میں داخل ہے۔ نہ نکاح میں بھلا زانی زنا پر گواہ قائم کرتا ہے کیا زانی و زانیہ کو اولاد مقصود ہوتی ہے یا صرف خواہش نفس پوری کرنی مقصود ہوتی ہے کیا زانی کو جس کی اولاد اس زنا سے پیدا ہو جائے۔ اس کو میراث دینی مقصود ہوتی ہے ہرگز نہیں کیا زانی و زانیہ والیوں کو اطلاع دینا چاہتے ہیں ہرگز نہیں۔ کیا جب مرد عورت نے خفیہ نکاح کر لیا ہے بغیر گواہوں کے ورثاء لڑکی کو خبر نہیں چونکہ گواہوں کی تو مذہب شیعہ میں ضرورت نہیں ہے ورثاء لڑکی نے دوسری جگہ نکاح کر دیا۔ اب اوّل مرد جو ناکح ہے وہ تنازعہ اٹھا دیتا ہے کہ میرا نکاح ہے۔ والی انکار کرتے ہیں بتائیں! فیصلہ بغیر گواہوں کے کیا ہو گا؟ یا لڑکی نے چھ ماہ کے لئے متعہ یا نکاح کر لیا۔ پھر دس دن بعد ان میں ناچاکی ہو گئی۔ وارثوں کو علم نہیں وہ تو رات کو چوری نکاح کر لیتے ہیں پھر لڑکی انکاری ہو گئی۔ اور دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ اب تنازعہ کو کس طرح ختم کیا جائے گا؟ بغیر گواہوں کے یا مرد اس نکاح و متعہ کا انکار کر دیتا ہے بعد وطی کے، اور وطی سے اولاد ہو گئی ہے اور گواہ موجود نہیں۔ بتائیں! وہ اولاد کس کھاتہ میں؟

واہ! نقی علی صاحب! اولاد اور میراث کے لئے تو گواہ شرط ہیں مگر نکاح اور اور وطی کے لئے کوئی شرط نہیں۔ مرد عورت جہاں راضی ہو جائیں وطی حلال، خوب! مگر

کسی ذی عزت کی عزت قائم نہ رہے گی بلکہ یہ متعہ اور نکاح ہر برائی و شرارت و قتال کا اعلان ہے اور ذرا یہ بھی فرمانا کہ پھر دیگر حیوانات اور انسان میں کیا فرق ہوگا؟ کیا ہر بیل، گدھا کتا، گیدڑ، پرندہ اسی طرح جوڑا جوڑا موجود نہیں ہیں؟ یقیناً جوڑا جوڑا ہیں۔ جو مادہ جس نر کو قبول کرلیتی ہے اُسی کا جوڑا بن جاتی ہے اور رضامندی ہی ایجاب و قبول ہے۔ اور یہی جناب کی تحقیق ہے ذرا انصاف کرنا۔

"قال الرازی انّہ لا یبقی فرق بین الانسان و بین البھائم من غیر اختصاص من الذکرون بالاناث" تحقیق شان یہ ہے کہ انسان اور حیوان میں (بغیر گواہوں کے) کوئی فرق نہ رہ جائے گا جب تک مردوں کا عورتوں سے اختصاص پیدا نہ ہو جائے۔

"انہ لیس المقصود من المرأۃ مجرد قضاء الشھوۃ بل ان یتصرف شریکۃ الرجل فی ترتیب المنزل و اعداد مھماتہ من المطعوم والمشروب والملبوس و ان تکون ربہ البیت و حافظۃ للباب و ان تکون قائمۃ بامور الاولاد والعبید و ھذہ المھمات لا تتم الا اذا کانت مقصورۃ الھمۃ علی ھذا الرجل الواحد و منقطع الطمع عن سائر الرجل" (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۹۴)

عورت سے مجرد قضاءِ شہوت مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود اصلی یہ ہے کہ عورت مرد کے ساتھ ہو ترتیب منزل میں اور باقی خانگی امور میں جیسے کھانا پکانا، پانی، لباس وغیرہ میں اور حفاظت گھر میں اور پرورش اولاد وغیرہ میں اور یہ تمام امور پورے نہیں ہوتے جب تک کہ عورت ایک مرد پر اختصاصی طریقہ سے بند نہ ہو جائے اور تمام مردوں سے منقطع الطمع نہ ہو جائے۔

(فائدہ) ثابت ہوا کہ جب تک عورت کا اختصاص علیٰ رؤس الاشہاد ایک مرد سے نہ ہو جائے۔ اس وقت تک نہ یہ زوجہ ہے، نہ منکوحہ ہے نہ زوج زوج ہے۔

علی نقی صاحب نے اپنی کتاب "متعہ اور اسلام" کے صـ ۲۶ پر ایک خیالی وہمی گھوڑا دوڑایا ہے کہ کافی سے زائد انسان سفر کرتے ہیں اور ایک مکان پر قرار بھی نہیں پکڑتے اور بیوی کے عقد دائمی کے زنجیروں میں محبوس ہونا نہیں چاہتے اور جذباتِ نفسانی بھی رکھتے ہیں اور کبھی کبھی گھر میں منکوحہ کسی شدید مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے جس سے جذباتِ نفسی پورے نہیں کئے جا سکتے تو ان صورتوں کا شریعت میں ضرور کوئی حل ہونا چاہیئے اور وہ حل متعہ کی صورت میں ہے۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ اس قسم کے احتمالات سے کام نہیں چلتا۔ (دیکھو فتح الباری صـ ۱۳۹ جلد ۱ مطبوعہ مصر)

"وقد دللنا وقلنا غیر مرة ان الاحتمالات العلقیه لا مدخل لها فی الامور النقلیة"۔ ہم دلیل پیش کر چکے اور کئی بار بیان کر چکے ہیں کہ احتمالات عقلیہ کو امورِ شرعی میں کوئی دخل نہیں ہے۔

"وقدمنا ان التجویزات العقلیه لا یلیق استعمالها فی الامور النقلیة" (فتح الباری صـ ۱۲۴ جلد ۱ مطبوعہ مصر) اور ہم اول بیان کر آئے ہیں۔ کہ تجویزاتِ عقلیہ کو امور شرعی نقلی میں کوئی دخل نہیں۔

(فائدہ) علی نقی صاحب! یہ جناب کا تیر اٹکل اپنے نشانہ پر ٹھیک نہیں بیٹھتا مجتہد صاحب! تو ہمی گھوڑے کے لئے میدان وسیع ہے اس سے بھی آگے جا سکتا ہے یہ جناب کی تجویزاتِ عقلیہ ہیں جن کو شریعت اسلامی سے دُور کا واسطہ بھی نہیں ہے عقلیات سے امورِ نقلی کبھی ثابت نہیں کئے جا سکتے۔ آپ اپنی عقل سے جذباتِ نفسی و خواہش نفسی کو متعہ کی اباحت کی دلیل بناتے ہیں۔ چونکہ خواہشِ نفس موجود ہے لہٰذا متعہ حلال ہوا۔ کیا خوب دلیل ہے۔ اور جو شخص دائمی نکاح کی قید میں بند نہیں رہنا چاہتا۔ خدا اور رسُول کے مقرر کردہ

قانون کی پابندی اُس کو پسند نہیں. تو اسلام سے آزاد ہو جائیے ۔ اسلام خواہشات کا تابع نہیں ہے خواہشات کو اسلام کے تابع کرنا ہو گا۔ باقی گھر میں بیوی شدید مرض میں مبتلا ہے تو چار عورتوں سے عقد کی اجازت ہے اور کر لے ۔

اعلان ، اپنا مروجہ متعہ جس کو آپ محبوب سمجھتے ہیں اس کا ثبوت دین قول رسول سے کہ زمانہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی وقت گھر میں اس کی اباحت کا حکم رسول اللہ نے دیا تھا۔ بعد گھر کا نام نہ لیں. ورنہ باز آ جائیں ۔ اچھا ! تو یہ فرمانا کہ ایک مسافر بقول جناب کے ایک مقام پر نہیں ٹھہرتا سفر کرتا رہتا ہے . دس بیس سال سفر کیا۔ اور اس سفر میں متعہ ہر مکان میں کرتا رہا۔ اس متعہ سے اولادیں بھی پیدا ہوئیں پھر اس مکان پر واپس نہیں آیا. اس اولاد کا خرچ کس کے ذمہ ہو گا ؟ رات کو چوری متعہ کر کے چلا گیا پھر اولاد ہوئی لوگ اس گاؤں کے کیا کہیں گے ؟ پھر وہی شخص پندرہ سال کے بعد اس مکان پر آیا پھر غلطی سے اپنی لڑکی سے متعہ کر بیٹھا بوجہ عدم علم کے یا اس کا کوئی بھائی یا بیٹا اس مکان سے گذرے اس نے اس لڑکی سے متعہ کر دیا اُن سے جو اولاد ہو گی اس کو کیا کہا جائے گا یہ ہے متعہ کا کرشمہ ۔

متعہ اور نکاح

علی نقی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۹ پر بیان فرمایا ہے کہ متعہ اور نکاح میں کوئی فرق نہیں چونکہ ان کی شرائط و قیودات متحدہ ہیں . چونکہ نکاح میں جذبات نفسی کا پورا کرنا مقصود ہوتا ہے نہ ہمیشہ حصول اولاد اور متعہ میں بھی جذباتِ نفسی کا پورا کرنا مقصود ہوتا ہے اور متعہ کبھی دس بیس سال بلکہ سو پچاس سال تک کے لئے کیا جاتا ہے جس سے آگے انسان کی عمر متجاوز ہونے کی توقع ہی نہیں ہوتی ۔

(الجواب) اوّل متعہ کا مفہوم سمجھ لیا جائے تاکہ نکاح اور متعہ میں فرق معلوم ہو جائے اور علی نقی کی دیانت داری واضح ہو جائے۔

" اصل المتعہ والمتاع ما ینتفع بہ انتفاعا غیر باق بل منقضیا عن قریب ولہذا یقال الدنیا متاع وبہی التلذذ تمتعا لانقطاعہ بسرعۃ وقلۃ لبثہ " (کبیر صفحہ ۲۷ جلد ۲) متعہ اور متاع اصل میں وہ چیز ہوتی ہے جس کے ساتھ نفع اٹھایا جائے غیر باقی رہنے والی ہو بلکہ جلدی سے ضائع ہو جانے والی ہو اسی وجہ سے دنیا کا نام متاع رکھا گیا ہے۔ اور تلذذ و لذت کا نام بھی تمتع رکھا جاتا ہے کہ یہ بھی جلدی منقطع ہو جاتا ہے۔ اور تھوڑا وقت ٹھہرتا ہے۔

(فائدہ) ثابت ہوا کہ متعہ بالنساء تلذذ و لذت پر بولا جاتا ہے جو جلدی زائل ہو جاتا بہر حال متعہ دیرپا چیز پر نہیں بولا جاتا۔ لہٰذا علی نقی کا یہ کہنا کہ متعہ سو پچاس برس تک کے لئے بھی کیا جاتا ہے غلط ہوا متعہ بھی ہو اور سو سال تک بھی۔

(۲) نیز متعہ نابالغہ لڑکی میں نہ کیا جائے گا۔ چونکہ ان میں شہوت کا مادہ ہی نہیں، تو تلذذ کہاں ہوگا؟ نیز متعہ میں گواہ شرط نہیں ہیں۔

(۳) نیز متعہ خود بخود زائل ہو جاتا ہے وقت گذرنے پر۔

(۴) نیز ہمیشہ جذباتِ نفسی کو پورا کرنے کے لئے کیا جاتا ہے نہ اولاد کے لئے ورنہ متعہ میں گواہ شرط ہوتے جیسا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ جس نکاح میں میراث اولاد کو مقصود ہوگا اس میں گواہ شرط ہوں گے۔

(۵) نیز متعہ میں لڑکی والوں کو سسرال سے تعبیر کسی نے نہیں کیا اور نہ ہی کیا جاتا ہے۔

اب ذرا نکاح کا معنی اور مفہوم بھی سمجھ لیں اور طلاق کا بھی۔

" ومعنی الطلاق ھو حل عقد النکاح " (کبیر صفحہ ۲۳۹ جلد ۲) طلاق کا معنی ہے،

کھول دینا گرہ نکاح کو۔ نکاح کا مفہوم ہوا گرہ لگانا اور حل گرہ طلاق ہوئی۔

(فائدہ) عقد نکاح کا معنی تلذّذ کا نہ ہوا۔

(۱) تو نکاح خود بخود زائل نہ ہوگا بلکہ طلاق سے حل ہوگا۔

(۲) نکاح میں بلوغت شرط نہیں ہے۔

(۳) عقد نکاح میں گواہ شرط ہیں، متعہ میں نہیں۔

(۴) نکاح کی وضع حصول اولاد کی وجہ سے ہے نہ کہ متعہ میں۔

(۵) نکاح میں جانبین سسرال کہلاتے ہیں نہ کہ متعہ میں۔

اب قولِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ذرا غور کرنا۔

"قال انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم رخص لنا ثلاثہ ایام" حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین دن رخصت فرمائی نکاح مؤقت کے لیئے پھر حرام فرمادیا تھا قیامت تک کےلئے۔

علی نقی صاحب! سو پچاس برس کے لیئے متعہ کرنا اگر جائز ہے تو قولِ رسول اور فعل صحابی سے پیش کریں۔ رسول اللہ تو نکاح مؤقت کی اجازت صرف تین دن کےلئے دیں اور آپ سو پچاس برس تک کریں۔ یہ مخالفتِ رسول نہیں تو اور کیا ہے؟

جناب کا تجویز کردہ متعہ کی اجازت ہرگز رسول خدا سے نہ فعل صحابہ سے ثابت ہے نہ جناب ثابت کر سکتے ہیں۔ متعہ کو خیبر کے غزوہ کے دن قبل از وقوع رسول اللہ نے حرمت کا اعلان کر دیا تھا کسی صحابی سے متعہ کا فعل ثابت نہ ہوا نہ ہو سکتا ہے۔ جو ہوا وہ نکاح مؤقت تھا نہ کہ متعہ۔ پھر یہ متعہ اور نکاح مؤقت قولِ رسول سے حرام ثابت ہیں جب حرام ثابت ہیں تو بعد حرمت کسی کا قول یا فعل قابل قبول نہ ہوگا نہ ہی حجت ہوگا۔ باقی جن صحابہ سے قولاً یا فعلاً اباحتِ متعہ یا نکاح مؤقت ثابت ہوتی ہے ان کا قول یا فعل ردّ

حالتوں سے خالی نہ ہوگا۔ یا تو انھوں نے عمداً مخالفت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کی ہے۔ بعد بیان حرمت متعہ کے یا اُن کو حرمت متعہ کی حدیث کا علم نہیں ہوا۔ ایک مؤمن یوں ہی کہے گا کہ اُن کو حرمت متعہ کا علم نہیں ہوا تھا۔ اور جب علم ہوا۔ تو فوری رجوع کر لیا تھا جیسا کہ آگے آجاتا ہے۔ اور اسی حرمت متعہ پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ متعہ اور نکاح دائمی ایک چیز نہیں۔ دونوں کو ایک کہنا علی نقی کی غلطی ہے۔

علی نقی صاحب کو لفظ نکاح و زوجہ سے دھوکہ لگا اور غریب نے غلطی کر کے ٹھوکر کھائی ہے اس بنا پر متوعہ عورت کو منکوحہ و زوجہ میں داخل سمجھا۔ علی نقی صاحب آپ نے کس دلیل سے متوعہ کو زوجہ و منکوحہ میں داخل فرمایا ہے۔ وہ دلیل پیش کریں۔ آپ نے اپنی کتاب "متعہ اور اسلام" میں کوئی دلیل پیش نہیں فرمائی۔ قرآن کریم میں جس زوجہ اور منکوحہ کا ذکر ہے۔ اس کے متقابل طلاق بھی مذکور ہے اور خلع بھی اور ظہار بھی اور ایلاء بھی اور میراث بھی مذکور ہے۔ اور اس منکوحہ و زوجہ کے متعلق تعدادی ہدایت بھی مذکور ہے۔ کہ چار تک نکاح میں لا سکتے ہیں۔

قال تعالیٰ۔ "فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ"

اگر چار میں یا دو تین میں انصاف نہ کر سکیں تو بس ایک ہی کافی ہے۔

علی نقی صاحب! آپ وہ آیت قرآن کریم سے پیش کریں جس میں قیودات و شرائط متعہ مذکور ہوں۔ جس طرح نکاح صحیح کے مذکور ہیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ متوعہ بھی زوجہ ہے مگر آیت ایسی پیش کریں جس میں یہ مذکور ہو کہ ایک نکاح وہ بھی ہے جس میں نہ طلاق کی ضرورت ہے نہ اس منکوحہ کو میراث ملے گی۔ نہ اس کے لئے خلع ہے نہ ظہار ہے نہ ایلاء۔ اگر یہ شرائط متعہ کے لئے مذکور نہیں۔ آپ نے قرآن کی تحریف کی ہے اور عرف میں بھی متوعہ

کو زوجہ نہیں کہا جاتا۔ عرف میں جب ہی زوجہ یا منکوحہ کا ذکر کیا جائے گا۔ تو فوراً ذہن منکوحہ بنکاح صحیح کی طرف منتقل ہوگا۔ نہ کہ ممتوعہ کی طرف بلکہ اس کو عرف عام میں کوئی نکاح کہتا ہی نہیں بلکہ اس کو متعہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور استعمال قوم ہی حقیقت کی دلیل ہوتی ہے اور عرف قوم میں اور استعمال قوم میں نکاح سے نکاح صحیح ہی مراد لیا جاتا ہے۔ چونکہ ان دونوں کے نام علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ایک کا نام نکاح دوسرے کا نام متعہ ہے۔

تفسیر روح المعانی میں زیر آیت "فاولئك هم العادون" لکھا ہے کہ ممتوعہ نہ باندی ہے نہ زوجہ۔

"والایت ظاهرة فی ردها ای متعه لظهوران المعارة للجماع لیست بزوجة ولا مملوکة"۔ آیت ردِ متعہ میں ظاہر ہے چونکہ یہ بات کہ مستعارہ مانگی ہوئی عورت وطی کے لئے۔ نہ زوجہ میں داخل ہے نہ لونڈی میں۔

قال تعالیٰ "ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات فما ملکت ایمانکم"۔ جو شخص تم میں طاقت نہیں رکھتا کہ نکاح کرے ایمان والی عورتوں سے تو پس ان سے کرے کہ مالک ہوئے دائیں ہاتھ تمہارے۔

الیٰ قوله۔ ذلك لمن خشی العنت منکم وان تصبروا خیر لکم وقال الله تعالیٰ۔ ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحاً حتی یغنیهم الله من فضله۔ یہ حکم اس شخص کے لئے ہے۔ کہ ڈرے بدکاری سے اور اگر صبر کرو تو اچھا ہوگا تمہارے لئے اور بچتے رہیں وہ لوگ جو نکاح نہیں پاتے یہاں تک کہ ان کو خدا تعالےٰ غنی کردے اپنے فضل سے۔

(فائدہ) منکوحہ بنکاح صحیح کے بعد لونڈی کا ذکر کرنا متعہ کی بیخ کنی کرتا ہے ورنہ متعہ تو چار آنہ پر کیا جا سکتا تھا۔ اور لونڈی پر ہزاروں روپیہ خرچ آتا ہے۔ دوم فرمایا لونڈی سے نکاح

سے صبر کرنا اچھا ہے اگر متعہ مباح ہوتا تو صاف حکم دیا جاتا کہ لونڈی اگر نہیں کرنا چاہتے تو دو آنہ پر ایک جماع کے لئے متعہ کر لیا کریں۔ سوم "ذالك لمن خشی العنت" کی قید نے متعہ کی جڑ اکھاڑ دی ہے۔ فرمایا لونڈی سے نکاح کی اجازت خوفِ زنا کی وجہ سے دی ہے اگر متعہ مباح ہوتا تو فرما دیا ہوتا۔ لونڈی نہ کریں اگر ڈر بدکاری کا پیدا ہو جائے تو متعہ کر لیا کریں۔ چونکہ متعہ تو ایک جماع کے لئے چار گھنٹہ چار رات کے لئے بھی کیا جا سکتا تھا دو چار آنہ پر۔

علی نقی اور اقوال علماء شیعہ

علی نقی صاحب نے "متعہ اور اسلام" کے صد ۴۹ پر اقوال علماء شیعہ کو پیش کرنا شروع کیا ہے کہ ممتوعہ زن بھی زوجہ میں داخل ہے اور اس دعوے پر بارہ کتابوں کے حوالہ جات سپردِ قلم کئے اوّل تو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ممتوعہ زن زوجہ منکوحہ میں داخل نہیں۔ یہ علی نقی صاحب کی ذاتی اجتہاد تھی اور دیگر علماء شیعہ کی بھی۔ چونکہ ان میں ایک حدیث بھی امام سے منقول نہیں بلکہ امام جعفر و امام باقر دونوں ممتوعہ کو زوجہ سے خارج فرما گئے ہیں جب ائمہ معصومین زوجہ منکوحہ سے ممتوعہ زن کو خارج فرمائیں تو علماء کی کیا ہستی ہے کہ وہ اس کو زوجہ میں داخل فرمائیں لہٰذا نقی صاحب و دیگر علماء کے اقوال سب مردود ہوئے جو کہ ان بارہ میں سے ایک نے بھی ایک حدیث ائمہ کرام سے اپنے دعوے پر پیش نہیں کی یہ ان مولویوں کی ذاتی رائے ہے اگر صادق تھے تو تو امام کا قول پیش کرتے امام زوجہ میں ممتوعہ کو داخل نہیں کرتے۔

"عن ابی جعفر علیہ السلام فی المتعہ قال لیست من الاربع ولا ترث وانما مستاجرۃ"۔ (فروع کافی)۔ امام جعفر علیہ السلام سے مروی ہے متعہ کے متعلق فرمایا ممتوعہ عورت چار عورتوں سے نہیں یعنی زوجہ منکوحہ سے نہیں اور نہ وارث ہوگی اور سوائے اس کے نہیں کہ متاجرہ ہے۔

(فائدہ) نہ زوجہ میں داخل ہے نہ وارث ہوگی بلکہ حصر کر کے فرمایا یہ تو جماع کے لئے مستاجرہ ہے۔ اُجرت پر اس سے وطی کی جارہی ہے۔ دوم روایت امام باقر سے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

" قال لیست ھذا مثل المرۃ ھذہ مستاجرۃ " امام باقر نے فرمایا یہ ممتوعہ عورت زوجہ منکوحہ نہیں بلکہ یہ اُجرت پر خریدی گئی کہ اس سے جماع کیا جائے۔ (فروع کافی)

" عن ابی بصیر قال سئل ابو عبد اللہ علیہ السلام عن المتعہ اھی من الاربع قال لا ولا من السبعین " (من لا یحضرہ الفقیہ ص ۱۴۹ جلد ۴) ابوبصیر سے ہے کہ امام باقر سے سوال ہوا کہ ممتوعہ زن چار عورتوں سے ہے فرمایا نہیں وہ ستر جو لونڈیاں ہیں ان سے بھی نہیں۔

" عن بکر بن محمد الازدی قال سئلت اباء الحسن علیہ السلام امی من الاربع قال لا " بکر بن محمد کہتا ہے کہ میں نے امام رضا سے سوال متعہ کے متعلق کیا کہ کیا ممتوعہ عورت چار عورتوں سے ہے فرمایا نہیں یعنی زوجہ میں داخل نہیں ہے۔

(فائدہ) ممتوعہ عورت باقوال ائمہ معصومین کی رُو سے نہ زوجہ میں داخل ہے نہ لونڈی میں بلکہ مستاجرہ ہے۔

فرمان ائمہ کہ ممتوعہ لونڈی کے حکم میں ہے

" سالہ الفضل بن یسار عن المتعۃ فقال ھی کبعض امائك " (من لا یحضرہ الفقیہ ص ۱۴۹ ج ۴) امام سے فضل بن یسار نے سوال کیا ممتوعہ عورت کے متعلق تو امام نے جواب دیا یہ بعض باندیوں کی مثل ہے۔

" عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت کم تحل من المتعہ فقال

ھن بمنزلۃ الاماء "۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے سوال کیا کس قدر عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ لونڈی کے قائم مقام ہیں۔

" عن زرارہ بن اعین قال قلت ما تحل من المتعۃ قال کم شئت وکان فیما روی ابن جریح قال لیس فیھا وقت ولا عدد انما ھی بمنزلۃ الاماء یتزوج منھن ماشاء بغیر ولی ولا شھود فاذا انقضی الاجل بانت منہ بغیر طلاق "۔ (فروع کافی صہ ۲۹۱ جلد ۲) زرارہ امام صاحب سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام صاحب سے سوال کیا ممتوعہ کے متعلق کہ کتنی عورتوں سے متعہ کیا جا سکتا ہے فرمایا جس قدر چاہیں اور ابن جریح کی روایت میں ہے کہ ممتوعہ عورتوں میں نہ وقت کی قید ہے نہ تعداد کی۔ لاتعداد سے متعہ کر سکتا ہے یہ باندیوں کے حکم میں ہیں جتنی سے چاہے متعہ کرے بغیر اجازت ولی کے اور بغیر گواہوں کے جب وقت ختم ہوا تو بغیر طلاق کے جدا ہو جائے گی۔

(فائدہ) کیوں علی نقی صاحب! اس صاف زنا کو منکوحہ وزوجہ میں داخل کرتے ہو خوف خدا دل میں نہ آیا تھا کہ کل مرنا ہے خدا کے پاس جانا ہے۔ علی نقی صاحب اگر اس متعہ کو ایک منٹ کے لئے مباح تسلیم بھی کر لیں تو فرمایئے! کسی ذی عزت کی عزت محفوظ رہ سکتی ہے کیا اس پر خونریزی نہ ہو گی کتنی جانیں ضائع ہوں گی خوف خدا کریں اور ائمہ معصومین کی مخالفت سے باز آجائیں جس عورت کو ائمہ معصومین متاجرہ بازاری عورت فرمائیں اور پیشہ ور بتائیں اس کو آپ زوجہ منکوحہ میں داخل فرمائیں۔

علی نقی صاحب اس کا بھی جواب دیں کہ ائمہ اوّل تو ممتوعہ کو متاجرہ عورت فرماتے منکوحہ وزوجہ سے خارج کر کے اور باندی سے بھی پھر اس ممتوعہ کو باندی میں داخل فرماتے ہیں۔ ان دونوں حدیثوں سے کونسی سچی ہے اور اس کا بھی جواب دیں کہ امام جب ممتوعہ کو

زوجہ سے خارج فرماتے ہیں تو آپ کے علمائے نے زوجہ میں امام سے مخالف ہو کر کیوں داخل کیا جواب دیں !

متعہ بغیر ایجاب و قبول

"عن زرارہ بن اعین عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لا یکون المتعہ الا بامرین اجل مسمی واجر مسمی" زرارہ بن اعین کہتے ہیں امام جعفر صادق نے فرمایا کہ متعہ دو رکنوں کا نام ہے وقت مقرر اور اُجرت مقرر۔

(فائدہ) اس سے ثابت ہوا کہ ایجاب قبول متعہ کے ارکان سے نہیں ہیں بلکہ اس کا رکن وقت مقرر اور اُجرت مقرر ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ممتوعہ عورت مستاجرہ بازاری عورتوں سے ہے نہ کہ زن منکوحہ ہے۔ جیسا کہ علماء شیعہ نے تحریر کیا ہے۔

متعہ میں نہ ظہار ہے نہ لعان

"عن صادق علیہ السلام لا ایلاء عن المرءۃ الامۃ ولا الذمیۃ ولا التی یتمتع بہا" (شرح لمعہ صہ ۸۳ جلد مطبوعہ ایران) امام صادق علیہ السلام نے فرمایا مرد نہ لعان کرے باندی کے ساتھ نہ ہی ذمیہ کے ساتھ۔ نہ ہی ممتوعہ عورت کے ساتھ۔

"وذھب جماعۃ الی عدم وقوعہ (ظہار) بہا لقول الصادق علیہ السلام الظہار مثل الطلاق والمتبادر من المماثلۃ ان تکون فی جمیع الاحکام ولان الظہار یلزم بالغۃ او الطلاق وھو ھھنا متعذر" امام صادق کی وجہ سے ایک جماعت علماء کی عدم وقوع ظہار بر ممتوعہ کی طرف گئی ہے چونکہ ظہار مثل طلاق کے ہے اور مماثلت

سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ مماثلت تمام احکام میں ہو اور ظہار میں رجوع بھی کر سکتا ہے اور طلاق بھی دے سکتا ہے اور یہ چیزیں یعنی احکام ظہار کے لئے محال ہے۔

شیعہ مذہب میں متعہ صرف ایک جماع کے لئے

"عن خلف بن حماد الخ هل يجوز ان يتمتع الرجل بشرط مرة واحدة قال نعم" خلف بن حماد کا بیان ہے کہ میں نے امام صاحب سے دریافت کیا۔ آیا مرد کے لئے ایک باری کی شرط کر کے عورت سے متعہ کرے امام نے جواب دیا کہ ہاں! کر سکتا ہے۔

"عن القسم بن محمد عن رجل سماه قال سألت اباعبد الله عليه السلام عن رجل يتزوج المرأة على عدد واحد فقال لا باس ولكن اذا فرغ فليحول وجهه ولا ينظر" (فروع کافی صہ ۱۹۳ جلد ۲) قاسم بن محمد نے ایک شیعہ سے بیان کیا جس نے امام جعفر صادق سے سوال کیا تھا کہ کیا ایک مرد صرف ایک جماع پر عورت سے متعہ کر سکتا ہے امام نے فرمایا کر سکتا ہے مگر جب عورت سے فارغ ہو جائے تو عورت سے منہ پھیرے بمکان جماع کی طرف نظر نہ کرے۔

"عن زرارة قال له هل يجوز ان تمتع الرجل بالمرأة ساعة اوساعتين فقال الساعة والساعتين لا توقفان على حدهما ولكن على عدد لو عددين" زرارہ صاحب نے امام صاحب سے سوال کیا تھا کہ کیا عورت سے ایک ساعت یا دو ساعت کے لئے متعہ جائز ہے تو امام نے جواب دیا کہ ساعت دو ساعت پر واقفیت مشکل ہے مگر ایک جماع یا دو جماع کے لئے متعہ کر سکتا ہے۔

(فائدہ) کیوں صاحب "هل استحييت" کیا اب بھی ممتوعہ کو زوجہ میں داخل کرنے جرأت کرو گے کیا اس کو بھی دنیا کا کوئی ذی عقل حیادار انسان زوجہ میں داخل کر سکتا ہے۔

مجتہد صاحب! لفظ مرّۃ اور بعدد واحد اور عددین سے شیعہ کا متوعہ کا وقت کا تعین کرنا بھی باطل ہو گیا۔ نقی صاحب! دُنیا میں سوائے شیعہ کے کوئی عقل والا انسان پیش کر سکتے ہیں جو اس عورت کو زوجہ و منکوحہ کہے جو صرف ایک جماع کے لئے اُجرت پر لی گئی ہو میں آپ کو تو نہیں کہتا۔ آپ تو بڑے محقق ہیں ساتھ ساتھ مجتہد بھی ہیں۔ میں تو پوچھتا ہوں کوئی ذی عقل یقیناً ایک پیشہ والی عورت کو زوجہ نہ کہے گا۔

مذہب شیعہ میں متوعہ عورت کے لئے میراث نہیں ہے

ولا توارث بینہما الا مع شرطہ فی العقد فیثبت حیثما یشرطانہ اما انتمانہ بدون الشرط فلا اصل ولان اصل حکم شرعی یتوقف بثوتہ علی ترظیف الشارع علیہ السلام ولم یثبت ھنا بل الثابت خلافہ لقولہ الصادق علیہ وسلم من حدودھا ان لا ترثک۔ (شرح لمعہ صہ ۸۴) متوعہ اور متمتع کے درمیان کوئی میراث جاری ہو گا مگر اس وقت کہ شرط کریں وقت متعہ کے پس وقت شرط میراث کے میراث ہو گی اگر شرط نہ کی گئی تو میراث ثابت نہ ہو گی۔ بدوں شرط کے چونکہ قانون یہی ہے اور قانون شرعی کا ثبوت شارع علیہ السلام پر موقوف ہوتا ہے۔ جس کے لئے حضرت شارع علیہ السلام نے وظیفہ مقرر فرمایا ہے اس کے لئے ثابت ہو گا ورنہ نہیں اور شارع علیہ السلام سے اس کے خلاف ثابت ہے چونکہ امام جعفر نے فرمایا کہ متعہ کی تعریف میں داخل ہے کہ متوعہ تمہاری وارث نہ ہو گی۔

"عن زرارہ بن اعیین عن ابی جعفر علیہ السلام قال لیس بینہما میراث اشترطا اولم یشترطا۔" زرارہ صاحب امام باقر سے بیان کرتا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ متعہ میں میراث نہیں ہے خواہ شرط کریں یا نہ کریں میراث نہ ہو گی۔

"عن ابی عبد اللہ علیہ وسلم یحل الفرج بثلاث نکاح میراث و نکاح بلا میراث و بملك یمین اتزوجك متعة علی کتاب اللہ و سنة نبیه صلی اللہ علیہ وسلم نکاحا غیر سفاح و علی ان لا ترثنی ولا ارثك كذا و كذا"

(فروع کافی صلا۱۹۱ جلد ۲) امام جعفر کا بیان ہے کہ عورت تین وجہ سے حلال ہوتی ہے نکاح جس میں میراث ہے اور دوم نکاح جس میں میراث نہیں ہے جیسا متعہ اور ساتھ لونڈی کے اور متعہ کرنے والا یوں کہے کہ میں تجھ سے متعہ کرتا ہوں کتاب اللہ و سُنّت رسول اللہ پر نکاح نہ سفاح اور اس شرط پر کہ تو میری وارث نہ ہو گی اور میں تمہارا وارث نہ ہوں گا۔

"و علی ان لا ترثنی ولا ارثك"

ابو بصیر سے روایت ہے کہ متعہ میں یہ شرط ہے کہ تو میری وارث نہ ہو گی میں تمہارا وارث نہ ہو نگا۔

(فائدہ) میراث نہیں تو زوجہ بھی نہیں۔

علی نقی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۴۲ سے ۱۴۵ تک ممانعت متعہ و حُرمتِ نکاح مؤقت کی احادیث پر تمسخر اڑایا۔ کہ ان میں اختلاف ہے ایک کچھ کہتا ہے دُوسرا کچھ کہتا ہے۔

(الجواب) علی نقی صاحب! متعہ اور نکاح مؤقت کی حُرمت میں کسی کو اختلاف نہیں تمام حرمت پر متفق ہیں۔ خود سمجھ نہ آئے تو کسی عالم سُنی سے پوچھ لیا ہوتا تو رسوائی کی نوبت نہ آتی۔ متعہ اور نکاح مؤقت کے تعیّن وقت میں اختلاف پیدا ہوا ہے نہ حرمت میں۔ نفس حُرمت متعہ میں اختلاف اور چیز ہے اور تعیین وقت میں اختلاف اور چیز ہے۔

اب ذرا جواب تمسخر بھی سُن لینا! سوائے فرقہ شیعہ کے تمام عالم اسلام کا اتفاق ہے کہ متعہ بزبان رسول حرام ہو چکا ہے۔ اور علمائے شیعہ میں بھی کچھ نہ پوچھئے کیا چہ میگوئیاں

ہو رہی ہیں۔ سُبحان اللہ! جتنے مُنہ اتنی باتیں، ایک محقق صاحب فرماتے ہیں کہ ممتوعہ عورت زوجہ و منکوحہ میں داخل ہے۔ دوسرے صاحب محمد بن مسلم، واہ جی محقق صاحب! امام جعفر تو فرماتے ہیں۔ "لیست من الاربع ولا ترث وانما مستاجرة"۔ ممتوعہ زوجہ نہیں نہ ہی وارث ہوگی یہ تو اُجرت پر لی گئی ہے کہ اس سے وطی کی جائے گی زوجہ کہاں ہے؟ تیسرے صاحب عمر بن اذنیہ، آپ نے واہ کہی امام جعفر تو ممتوعہ کو باندی کے حکم میں فرماتے ہیں مستاجرہ کہاں فقال بمنزلة الاماء۔ یہ بمنزلہ لونڈیوں کے ہیں۔ چوتھے صاحب اجی جناب نے تو یہ بات نئی کہی۔ ہم ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں کہ امام جعفر نے متعہ کو نکاح بلا میراث فرمایا تھا یہ بمقابلہ باندی کے اور متعہ و ملک یمین ہیں، تو امام نے تضاد و تقابل قائم کیا ہے۔ پھر باندی کیسی؟ پانچویں بڑے صاحب، آپ لوگوں کی باتوں پر کون اعتبار کرے امام جعفر نے متعہ کو کب نکاح فرمایا ہے نکاح میں تو ایجاب و قبول ہوتا ہے جو نکاح کے رُکن ہیں جبکہ متعہ کے رُکن امام جعفر صاحب دو فرماتے ہیں "لایکون المتعة الا بامرین اجل مسمی واجر مسمی"۔ متعہ کے لئے دو امر ضروری ہیں وقت مقررہ، اُجرت مقررہ لہٰذا یہ مستاجرہ عورت بازاری ہوئی نہ کہ منکوحہ۔ چھٹے صاحب، او بھائیو! بے اتفاقی بُری چیز ہوتی ہے میں فیصلہ کرتا ہوں ائمہ کرام کا کلام ایک راز ہوتا ہے۔ جو ملک مقرب و نبی مرسل و مومن جس کے دل کا خدا امتحان کر چکا ہو اُن کے علاوہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ نہ کوئی سمجھ سکتا ہے ویسے تم خود بھی جانتے ہو ایک ہی امام جعفر کسی وقت تو ممتوعہ کو بازاری عورت پیشہ ور مستاجرہ فرماتے ہیں اور پھر اس کو باندی بھی فرماتے ہیں کبھی ایجاب قبول شرط فرماتے ہیں متعہ میں کسی وقت صرف اُجرت مقرر ہو اور کبھی وقت۔ یہ کیا دین ہے یا تمسخر؟

علی نقی صاحب! آپ نے اپنے گھر کا اتفاق سُن لیا ہے؟۔

متعہ شیعہ اور عدت

مجتہد صاحب متعہ اور نکاح میں مساوات قائم کرنے کے لیئے اپنی کتاب کے صلا تا ۷ پر فرمایا ہے کہ ممتوعہ عورت پر بھی عدت ہے بعد انقضاءِ مدت متعہ۔

الجواب : علی نقی صاحب ! ممتوعہ عورت کو کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی زوجہ منکوحہ میں داخل کرنے کے لیئے تیار نہیں متعہ دس منٹ یا سات منٹ کے لیئے دو آنہ پر بھی کیا جاسکتا ہے کہاں نکاح چونکہ منکوحہ جن کا نکاح صحیح مطلقہ کی عدت تین حیض ہے اور ممتوعہ بعد انقضاءِ وقت کی عدت دو حیض ہے۔ لا یحل بغیرك حتی تنقض عدتها وعدتها حیضتان۔ (ممتوعہ کی عدت غیر کی وطی کے لیئے دو حیض کے بعد پاک ہو جائے گی۔)

اور علی نقی صاحب اپنے رسالہ متعہ اور اسلام کے صہ۶۹ پر دبی زبان سے تسلیم بھی کر گئے کہ واقعی نکاح صحیح و متعہ کی عدت میں فرق ضروری ہے۔ باقی یہ اعتراض کرنا کہ باندی کو ذمیہ کو قاتلہ خاوند کو بھی میراث نہیں ملتی تو کیا وہ زوجہ میں داخل نہیں حالانکہ پھر بھی وہ زوجہ میں داخل ہے۔

الجواب : اجی حضرت صاحب ! سمجھتے تو خود نہیں اور اعتراض غیروں پر کرتے ہیں۔ باندی کو میراث اس لیئے نہیں ملتی کہ غلام خود کسی چیز کا مالک نہیں اس کو میراث کہاں سے دی جائے۔ ذمیہ کو اختلاف دین کی وجہ سے محروم کیا گیا، قاتلہ کو بوجہ قتل کے۔ بھلا ممتوعہ عورت میں کونسی چیز ان چیزوں سے پائی گئی تھی جس کی وجہ سے وہ میراث سے محروم کی گئی علی نقی صاحب ! اگر ممتوعہ عورت منکوحہ و زوجہ میں داخل تھی اور آپ داخل ہی فرماتے ہیں۔ تو زوجہ منکوحہ کے لیئے تو قرآن نے عدت۔ قروء تین حیض بیان فرمائی ہے اور ممتوعہ کی عدت شیعہ نے دو حیض و پینتالیس دن قرآن کی یہ کس آیت سے اخذ کی ہے وہ آیت ذرا پیش

فرمائیں! منکوحہ بنکاح صحیح کو طلاق سے جُدا کیا جاتا ہے۔ قرآن نے ممتوعہ کے لئے جو وقت مقرر کیا ہے وہ آیت پیش کرنا۔ منکوحہ بنکاح صحیح خلع بھی ہے لعان بھی ہے ظہار بھی ہے میراث بھی ہے اور گواہ بھی ہیں۔ اگر ممتوعہ کو زوجہ میں داخل فرمانے کی آرزو ہے تو یہ احکام بھی ممتوعہ کے لئے ثابت کریں ورنہ دنیا کے سامنے اس صاف سفید جھوٹ کو پیش نہ کریں کہ ممتوعہ بھی زوجہ ہے۔

متعہ اور اولادِ متعہ

علی نقی صاحب نے اپنی کتاب کے صہ ۸۴ پر فرمایا ہے کہ متعہ سے جو اولاد ہوگی وہ واطی متمتع کی ہوگی اور اس پر صرف ایک حدیث ابن بزیغ کی امام رضا سے پیش کی جس حدیث کا راوی ہی مجہول ہے جیسا من لا یحضرہ الفقیہ صہ (سئال رجل ابا الحسن علیہ وسلم) (ایک مرد نے امام سے سوال کیا۔) اب خود ظاہر ہے کہ وہ رجل یعنی شخص کون تھا؟

ایسی مجہول روایات پر جس مذہب کی بنیاد ہو اس کا خدا ہی حافظ!

اب مولوی علی نقی صاحب کو سابقہ صحیح احادیث کی طرف متوجّہ کرنا چاہتا ہوں۔ جن میں ائمہ معصومین و علماء شیعہ و مجتہدین شیعہ کی تصریحات موجود ہیں کہ جس نکاح سے اولاد یا میراث مقصود ہو اس نکاح پر گواہوں کا ہونا شرط ہے جس نکاح میں گواہ نہ ہوئے اس کے لئے نہ میراث نہ نسب صحیح ہوگی۔ ان احادیث کا جواب دیں۔ جب متعہ میں گواہ نہ تھے پھر نسب اولاد کس طرح صحیح تسلیم کی جائے گی۔ آپ ایک نظیر صوبہ پنجاب میں پیش کریں کہ فلاں جگہ فلاں لڑکی سے متعہ ہوا بغیر گواہوں کے بغیر والدین و والیان طرفین کے۔ پھر اولاد ہوئی ہو اس کو میراث ورثاء نے دی ہو۔ کوئی مثال ہے تو پیش کریں اور ان کا نام بھی تحریر کریں۔

ابتدار اسلام اور متعہ

علی نقی صاحب نے اپنی کتاب کے صـ۸۸ سے صـ۹۶ تک صرف اسی امر کو ثابت کیا ہے کہ متعہ ابتدار اسلام میں جائز تھا اور اس کا جواز ایک استمراری امر پایا جاتا تھا ۔ اور طویل مدت تک جائز رہا ۔

الجواب : اس خدا کے بندہ سے کوئی پوچھے کہ خیبر کے دن متعہ کی حرمت کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا تھا اور خیبر سے اوّل جواز کا ثبوت ہی نہیں ہے اور کسی صحابی کے فعل سے ثابت نہیں ۔ یہ اعلانِ حرمت متعہ قبل از وقوع ہوا جب کسی صحابی کے فعل سے متعہ ثابت ہی نہیں تو استمراری کہاں سے آگیا ۔ یہ مروجہ متعہ جس پر شیعہ زور دے رہے ہیں اس کا ثبوت اسلام میں پایا ہی نہیں جاتا نہ ہی اسلام نے اس کی اجازت دی ہے ۔ حرمت کا ثبوت ہے فتح مکّہ کے دن نکاح موقت کا جواز صرف ایک صحابی سے تین دن کا ملتا ہے نہ متعہ کا ۔ ہاں اگر جہالت کی رسومات سے یہ متعہ بھی کوئی رسم ہو تو جدا بات ہے ۔ باقی بخاری میں جو جاہلیت کے نکاحوں کا ذکر ہے اور متعہ کا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہالت کے زمانہ میں بھی ممکن ہے کہ اس فعل قبیح کو نکاح میں داخل نہ کیا جاتا ہو بلکہ یہ ایک ایسی کوئی رسم ہو ۔ دوم عدم ذکر متعہ سے عدم وجود متعہ لازم نہ آئے گا ۔

" قال القرطبی الروایات کلھا متفقۃ علی ان زمن اباحت المتعۃ لم یطل " علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ تمام حدیثیں اس پر متفق ہیں کہ زمانہ متعہ کا چند دن رہا ہے ۔ لمبا نہیں ہوا تھا ۔ (فتح الباری صـ۱۳۸ جلد ۹)

حرمتِ متعہ نکاح موقت پر اجماعِ اُمّت

جو ہُوا سو ہُوا مگر آخر فرمانِ نبوی سے متعہ حرام ثابت ہے اور اس پر تمام اُمّت کا اجماع واتفاق ہے جن صحابہ یا تابعین سے خلاف ہوا بوجہ عدم بلوغ حرمت کے ہوا پھر بلوغ کے بعد اُن سے رجوع ثابت ہے۔

(۱) اعلم ان نکاح المتعة قد کان مباحا بین ایام خیبر و ایام فتح مکة الا انه صار منسوخا باجماع الصحابة حتی لو قضی بجوازه لم یجزوا لو اباحه صار کافرا۔ (مضمرات) اس بات کو جان لیئے کہ نکاح متعہ مباح تھا۔ درمیان فتح خیبر اور فتح مکہ کے۔ مگر بعد میں منسوخ ہو گیا باجماع صحابہ کرام کے حتیٰ کہ اگر قاضی شرعی جواز متعہ کا فتویٰ دے تو جائز نہ ہوگا اگر متعہ کو مباح کہے تو کافر ہو جائے گا۔ کذا فی المضمرات۔ کتاب مضمرات میں ہے۔

(۲) والاجماع انعقد علی عدم جواز المتعة وتحریمها ما لاخلاف فی ذالك فی علماء الامصار الا طائفه من الشیعة۔ (تفسیر مظہری صـ۷۵) متعہ کے حرام ہونے پر اُمّت کا اجماع ہو چکا ہے کسی عالم کو اس کے حرام ہونے میں اختلاف نہیں، سوائے جماعت شیعہ کے۔

(۳) "وکان تحریم تابید لاخلاف بین الائمه وعلماء والامصار الاطائفة من الشیعة۔" (فتح القدیر شرح ہدایہ صـ۳۴ جلد۲) متعہ کے ہمیشہ کے لئے حرام ہونے پر تمام شہروں کے علماء کا اتفاق ہے سوائے شیعہ کی ایک جماعت کے۔

(۴) "ثم اجمع السلف والخلف علی تحریمها الا من لا یلتفت الیه من الروافض۔" (فتح الباری صـ۱۳۹ جلد۹) پھر تمام علماء سلف صالحین وخلف کا حُرمت متعہ پر اتفاق

ہے سوائے شیعہ کی جماعت کے جن کی طرف توجہ کرنا جائز نہیں ہے۔

(۵) "وقد اختلف السلف فی نکاح المتعۃ قال ابن المنذر جاء عن الاوائل الرخصۃ فیھا ولا اعلم الیوم بخیرھا الا بعض الرافضۃ ولا معنی تقول یخالف کتاب اللہ وسنۃ رسولہ" (فتح الباری صـ۱۳۹ جلد۹) سلف صالحین میں اختلاف ہوا۔ ابن منذر نے کہا کہ متقدمین میں سے اباحت کی اجازت پائی جاتی ہے۔ مگر آج کل دنیا میں کوئی آدمی بھی متعہ کی حرمت میں مخالف نہیں مگر بعض شیعہ کے۔ مگر اُن کا یہ قول قرآن وحدیث کے مخالف ہے۔ اس لیئے اُن کا قول بے معنی ہے۔

(۶) "قلنا ثبت النسخ باجماع الصحابۃ وابن عباس صح رجوع الی قولھم فتقرر الاجماع" (فتح القدیر صـ۳۳ جلد۲) ہم کہتے ہیں کہ متعہ باجماع صحابہ کرام منسوخ ہو چکا ہے۔ اور ابن عباس اباحت متعہ سے رجوع کر کے حرمتِ متعہ کے قائل ہو گئے تھے۔ اور صحابہ کرام سے حرمت متعہ پر متفق ہو گئے تھے۔ لہٰذا تمام صحابہ کا اجماع ہوا۔

(۷) "قال عیاض ثم وقع الاجماع من جمیع العلماء علی تحریمھا الا الروافض" (فتح الباری صـ۱۳۸ جلد۲) قاضی عیاض نے کہا کہ پھر تمام علماء دین کا حرمت متعہ پر اتفاق ہو چکا ہے مگر شیعہ کی جماعت قائل نہیں ہے۔

(۸) "ثبت النسخ باجماع الصحابۃ وابن عباس صح رجوعہ الیٰ قولھم فتقرر الاجماع" (ہدایہ شریف صـ۲۹۳ جلد۲) متعہ کا منسوخ ہونا باجماع صحابہ کرام ثابت ہے اور عبد اللہ بن عباس نے رجوع کر لیا تھا۔ اور حرمتِ متعہ پر صحابہ کرام سے متفق ہو گئے لہٰذا تمام صحابہ کرام کا حرمتِ متعہ پر اتفاق ثابت ہو گیا۔

(۹) "قال الخطابی تحریم المتعۃ بالاجماع الا بعض الشیعۃ"

(فتح الباری صـ۱۳۸ جلد۲) خطابی نے کہا کہ حرمتِ متعہ اجماعی ہے مگر بعض شیعہ قائل ہیں۔

(۱۰) "فقال بعضهم باباحتها لعدم البلوغ النسخ ثم رجعوا عن الاباحة وقالوا بحرمتها فانعقدت الاجماع علیٰ حرمتها" (بذل المجهود شرح ابوداؤد صـ۱۷ جلد۳)۔ پس بعض صحابہ یا تابعین سے متعہ کی اباحت جو ثابت ہوتی ہے۔ وہ عدم بلوغ نسخ کے یعنی حرمتِ متعہ کی حدیث اُن کو نہ پہنچی تھی۔ جب حدیث رسُول کا علم ہوا کہ رسُول خدا نے متعہ حرام فرمایا ہے۔ تو پھر تمام نے متعہ کے حرام ہونے پر اتفاق کرلیا۔

(۱۱) "وذهب جمهور العلماء من الصحابة فمن بعدهم الیٰ ان نكاح المتعة حرام" (خازن مصری صـ۴۲۳ جلد۵) تمام علماء صحابہ کرام اور بعد صحابہ کرام حُرمتِ متعہ پر متفق ہیں۔

(۱۲) "واما الاجماع فان الامة باسرها امتنعوا عن العمل بالمتعة مع ظهور الحاجة لهم اليها" (فتح الملہم صـ۴۴۴ جلد۳) بہرحال اجماع اُمّت حُرمتِ متعہ پر یہ ہے کہ تمام اُمّت نے عمل کرنا چھوڑ دیا ہے حالانکہ متعہ کی طرف سخت محتاج بھی تھے۔

(۱۳) "ثم اتفق العلماء علیٰ تحريمها (متعة) وهو كالاجماع بين المسلمين" (مسوّیٰ شرح موطاء امام شاہ ولی اللہؒ صـ۶ جلد۲) پھر تمام علماء اُمّت حرمتِ متعہ پر متفق ہو چکے ہیں کوئی مسلمان اس میں خلاف نہیں۔

(۱۴) "ونقل ابوعبيده الاجماع علیٰ نسخها اى متعة النساء" (تفسیر تبصیر الرحمٰن صـ۱۴۶ جلد۱۰) ابوعبیدہ نے متعہ کے منسوخ ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔

(۱۵) عن بسرة الجهنى وابی هريرة حديث صحيح حسن والعمل

علیٰ هٰذا عند اهل العلم من الصحابة وغیرهم " (ترمذی ص۱۳۳ جلد ۱)
حرمتِ متعہ کی حدیث بسرہ جہنی کی جو ابوہریرہ سے آتی ہے وہ حسن صحیح ہے اس حرمت متعہ پر اہلِ علم صحابہ کرام وغیرہ کا عمل تھا۔

(۱۶) " امر اکثر اهل العلم تحریم المتعة وهو قول الثوری وابن المبارك والشافعی واحمد واسحاق " (رواہ الترمذی) حکم اکثر اہل علم کا تحریم متعہ کا ہے اور یہی حکم ہے سفیان ثوری کا اور عبداللہ بن مبارک و امام شافعی و امام احمد و اسحاق کا۔

(۱۷) " وثبت حرمة المتعة باجماع الصحابة والاجماع قوی من هٰذا " (تفسیر ابوجعفر نحاس الناسخ المنسوخ ص۱۰۵ جلد ۱) اور حرمتِ متعہ پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے اور اجماع بہت قوی ہے۔

(۱۸) " فقد اختلف العلماء فی هٰذه بعد اجماع من تقوم به الحجة ان المتعة حرام بکتاب الله وسنة رسوله وقول خلفاء الراشدین المهدیین " (تفسیر ابونحاس) علماء کا اختلاف ہوا تھا اس میں بعد کو اجماع ہوا۔ ان علماء کا جن کا قول حجت و دلیل ہے کہ متعہ حرام ہے قرآن سے و حدیث رسول سے و خلفائے راشدین کے حکم سے۔

(۱۹) " ان ابن عباس لما خاطبه علی رضی الله عنه بهذا لم یحاجه وفصار تحریم المتعة اجماعا لان الذین یحلونها اعتمادهم علی ابن عباس " (تفسیر نحاس ص۱۰۶) جب حضرت علیؓ نے ابن عباس سے خطاب کیا اور ابن عباس نے حضرت علی کو کوئی جواب نہ دیا اباحت متعہ کا تو پس حرمت پر تمام کا اجماع ہو گیا۔ چونکہ لوگ اباحتِ متعہ کے قائل تھے وہ ابن عباس کے قول پر بھروسہ رکھے ہوئے تھے۔ جب ابن عباس

نے رجوع کر لیا تو متعہ اجماعاً حرام ہو گیا۔

(۲۰) "وظهر عن الصحابة تحريم ذلك فان عمر ابن الخطاب خطب بتحريمه على المنبر واصحاب رسول الله صلعم متوفرون فصار ذلك كالاجماع وانكر ذلك علي رضی الله عنه لما بلغه اباحة ابن عباس انكارا ظاهرا وقد حكى عنه رضی الله عنه الرجوع عن ذلك فصار حظره اجماعا من كل صحابة" (تفسیر تنزیہ القرآن قاضی عبدالجبار معتزلی کی، صفحہ ۸۴ مصری)۔ اور متعہ کی حرمت صحابہ کرام سے ظاہر ہے چونکہ حضرت عمر نے خطبہ دیا تھا منبر پر اور اصحاب رسول سب حاضر موجود تھے پس حرمت متعہ اجماعی ہو گئی چونکہ کسی نے حرمت کا انکار نہیں کیا تھا۔ اور جب حضرت علی کو ابن عباس کے مباح متعہ ہونے کی خبر ملی تو آپ نے ابن عباس پر سخت انکار کیا۔ اور حضرت ابن عباس کے رجوع کی روایت بھی موجود ہے۔ تو پس حرمت متعہ اجماعی ہوئی تمام صحابہ سے۔

(۲۱) "واعلم انه تاكد هذا باجماع التابعين على مذهب ابن عباس والاصح في اصول الفقه ان الاجماع الحاصل عقيب الخلاف حجة" (تفسیر کبیر صفحہ جلد ۳) اور جان لے اس امر کو کہ یہ بات باجماع تابعین پختہ ہو چکی ہے اوپر ساقط کرنے مذہب ابن عباس کے اور اصول فقہ میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ اجماع بعد خلافت بھی دلیل قوی ہوتا ہے۔

(فائدہ) گو قبل از عدم بلوغ نسخ متعہ و حرمت متعہ دو چار صحابہ یا تابعین نے خلاف کیا تھا اوّل تو دو تین صحابہ یا تابعین کی مخالفت کئی ہزار صحابہ کے مقابل کوئی معنی نہیں رکھتی مگر پھر بھی سب نے رجوع کر لیا تھا جیسا کہ آئندہ آئے گا۔ اور بعد رجوع تمام کا اتفاق حرمت متعہ پر ہو گیا تھا۔

(۲۲) "ان الاجماع اذا انعقد علی الاجتهاد فانہ یحرم مخالفتہ"۔ (تفسیر کبیر ص۴ جلد۳) جب اجماع اجتہاد کے ساتھ مل جائے تو وہ اجتہاد قطعی ہو جاتا ہے۔

(فائدہ) بسرہ جہنی کی حدیث جو امام مسلم نے نقل کی ہے اس کے ساتھ اجماع اُمّت بھی مل گیا تو حرمتِ متعہ اجماعی و قطعی ہو گئی جیسا کہ قرآن سے حُرمت ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ حُرمت بھی قطعی ہے۔ اور پھر قانون یہ ہے کہ حلّت حُرمت کا جب کسی چیز میں اختلاف پیدا ہو جائے تو حکم حُرمت کا ہو گا۔ حلّت کو ترک کیا جائے گا۔ چیز کو حرام کہا جائے گا۔ لہٰذا متعہ کی حلت و حُرمت میں بالفرض اختلاف مان لیا جائے تو پھر بھی عمل حُرمت پر ہو گا نہ کہ حلّت پر۔

(۲۳) "اذا تعارض دلیل التحریم و دلیل الاباحت فقد اجمعوا علی ان جانب الحرمۃ راجح"۔ (تفسیر کبیر ص۳۹۵ جلد۵) اصُول کا اتفاق ہے کہ جب دلیل حُرمت و حلّت کی مخالف و متعارض ہو جائیں تو حکم حُرمت پر ہو گا۔

متعہ اور قرآن کریم

علی نقی صاحب مجتہد شیعہ نے اپنی کتاب کے ص۹۶ پر یوں سُرخی قائم کی متعہ کے قرآنی دلائل۔ اور قرآن سے یہ آیت پیش فرمائی اپنے دعوٰے پر۔

"یا ایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود"

ترجمہ: اے ایماندارو! اپنے عہد کی وفا کیا کرو۔

الجواب۔ وفا اُن وعدوں کی مراد ہے جو صحیح ہوں اور متعہ حرام ہے۔ کیا زنا سے وفا عہود خدائی ہوتی ہے۔ سبحان اللہ! علی نقی صاحب علم مناظرہ سے خوب واقف

ہیں۔ نقی صاحب ! اوّل متعہ کو ثابت کریں بعد میں اس کی وفا کی آیت پیش کریں حُرمت متعہ پر اُمّت کا اتفاق ہو چکا ہے اب وفاء عہد یہ ہو گا کہ متعہ کے نام سے بھی اجتناب کریں۔

تمام مسلمان عموماً اور شیعہ و علی نقی صاحب خصوصاً اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ قرآن کریم نے اس مروّجہ متعہ کی نہ اجازت دی ہے نہ ہی متعہ کا قرآن میں کوئی ذکر ہے جب قرآن کریم سرے سے متعہ کا نام ہی نہیں لیتا تو پھر اس متعہ کا ناسخ تلاش کرنا چہ معنی دارد۔ متعہ منسوخ تو تب ہوتا کہ اس کی اباحت و جواز قرآن میں مذکور ہوتا۔ اور علی نقی صاحب اتنے بڑے دعویٰ کے بعد بھی کوئی آیت قرآن سے متعہ پر پیش نہ کر سکے۔ صرف زبانی دعوٰے کہ ممنوعہ زن زوجہ میں داخل ہے صرف تمہاری زبانی داخل ہے کوئی ثبوت تھا تو پیش کرتے۔ (دوم) مروّجہ متعہ شیعہ عرب میں مروج تھا بطور عادت کے جس کو قرآن و اسلام نے حرام قرار دے دیا۔ اسلام نے کسی وقت اس کی اجازت نہیں دی۔ باقی رہا نکاح مؤقت، اس کی اباحت و جواز حدیث رسول سے ملتی ہے اور اس کی حرمت پر اجماع اُمّت ہو چکا ہے اور نکاح مؤقت کا ذکر عنقریب آجائے گا۔ اور آیت "فما استمتعتم به منهن فأتوهن اجورهن " کو متعہ سے دُور کا واسطہ بھی نہیں۔ اس سے متعہ ثابت کرنا تحریف قرآن کے مترادف ہے اور تمام محققین مفسّرین نے قول متعہ کو ردّ کر دیا ہے۔ اور نکاح صحیح ثابت کیا ہے ممبر وار سُن لیں اقوال مفسرین۔

(ا) تفسیر بیان القرآن حضرت مولٰنا تھانویؒ صـ ۱۰۸ : فما استمتعتم به منهن الخ کے متعلق یوں فرماتے ہیں۔ اور بعض سے جو اس آیت میں الیٰ اجل مسمّیٰ ہے وہ بطور تفسیر کے ہے نہ اس آیت سے متعہ زیر بحث ثابت ہوتا ہے نہ ہی اس کا شان نزول متعہ

سے تعلق رکھتا ہے محققین کا مذہب ہے کہ اس آیت کا متعہ سے دور کا واسطہ بھی نہیں چہ جائیکہ اس سے متعہ پر استدلال کیا جائے۔

(۲) شیخ زادہ صـ ۲۶ مطبع بیروت :۔ "فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن نزل لبیان حکم النکاح الصّحیح وھو قول اکثر العلماء لا لاباحۃ نکاح المتعۃ" پس آیت فما استمتعتم بہ نازل ہوئی واسطے بیان حکم نکاح صحیح کے اور یہی قول ہے اکثر علماء کا، نہ اباحت متعہ کے حق میں۔

(فائدہ) ثابت ہوا کہ آیت سے مراد متعہ نہیں بلکہ نکاح صحیح مراد ہے اور مراد باری تعالےٰ کا بدلنا تحریفِ قرآن ہے۔

(۳) تفسیر رُوح البیان صـ ۱۲۹ جلد ۱ :۔ "فما استمتعتم بہ منھن ای بالذّی انتفعتم بہ من النساء بالنکاح الصحیح من جماع اوخلوۃ الصحیح" پس آیت فما استمتعتم بہ کا معنی یہ ہے کہ جس عورت سے تم جماع سے نفع اٹھاؤ، ساتھ نکاح صحیح کے یا خلوۃ صحیحہ کے۔

(۴) تفسیر خازن صـ ۴۲۳ جلد ۱ :۔ قال ابن جوزی فی تفسیر الایت وقد تکلف قوم من مفسری القرآن فقالوا المراد بھذا الایت نکاح المتعۃ ثم نسخت بما روی عن النبی صلعم انہ نھی عن متعۃ النساء وھذا تکلف لا یحتاج الیہ لان النبی صلعم اجاز المتعۃ ثم منع منھا فکان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم منسوخا بقولہ فاما الایت فانھا لا تتضمن جواز المتعۃ لانہٗ تعالیٰ قال فیھا ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مصافحین فدل ذلك علی النکاح الصحیح قال الزجاج ومعنی قولہ تعالیٰ فما استمتعتم

بہ منہن فما نکحتموہ علی شرائط التی جرت وھو قولہ تعالیٰ محصنین غیر مصافحین ای عاقدین التزویج" علامہ ابن جوزی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ مفسرین قرآن نے اس آیت فما استمتعتم بہ کی تفسیر میں تکلیف کی ہے پس کہا انھوں نے کہ مراد اس آیت سے متعہ ہے پھر منسوخ ہو گیا تھا حدیث رسول سے اور یہ محض تکلف ہے جس کی محتاجی نہیں چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ یعنی نکاح مؤقت کو جائز فرما دیا تھا پھر منع بھی فرما دیا تھا پس اباحت نکاح مؤقت جس کو متعہ کہتے ہیں فرمانِ رسول سے ثابت ہے اور حرمت متعہ بھی بعد کو فرمانِ رسول سے ثابت ہے قولِ رسول سے اباحت اور حرمت متعہ بھی ہوئی آیت میں جواز متعہ کا کوئی ذکر تک بھی نہیں چونکہ فرمان باری تعالیٰ وابتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین۔ نکاح صحیح پر دلالت کرتا ہے اور زجاج نے فرمایا کہ فما استمتعتم بہ کا معنی ہے کہ جس عورت سے تم نکاح کرو ان شرائط پر جو عادۃً جاری ہیں پس فرمان غیر مسافحین کا معنی عقد کرنے والے تزویج ہے۔

(فائدہ) ثابت ہوا کہ قرآن میں نہ متعہ کی اباحت کا ذکر ہے نہ نسخ کا۔ قرآن متعہ کا کوئی ذکر تک نہیں کرتا متعہ یعنی نکاح مؤقت حدیث سے ۳ دن مباح ثابت ہوا پھر حدیث سے حرام ہو گیا تھا۔

(۵) تفسیر جامع البیان ابن جریر طبری ص۱ جلد ۵ "قال ابو جعفر اولی التاویلین فی ذلک والصواب تاویل من تاولہ فما استمتعتم بہ الخ نکحتموہ منہن فجامعتموہن فاتوہن اجورہن لقیام الحجۃ بتحریم اللہ تعالیٰ متعۃ النساء علی غیر وجہ النکاح الصحیح او الملک الصحیح علی لسان رسول اللہ" ابو جعفر فرماتے ہیں کہ اچھی تاویل اس شخص کی ہے جس نے فما استمتعتم بہ کا معنی نکاح کیا ہے اور نکاح سے مراد جماع ہے جس سے تم جماع کرو اس کو اجر دو یعنی حق مہر ادا کرو چونکہ حرمت پر

دلیل قائم ہے قرآن و حدیثِ رسُول سے سوائے نکاح صحیح وملک صحیح کے باقی سب حرام ہیں۔

(۶) تفسیر روح المعانی ص۶ جلد ۷ :- "وهذا الايت لا تدل على حل المتعة والقول بانها نزلت في المتعة غلط وتفسير البعض لها بذلك غير مقبول لان نظم القران الكريم يأباه حيث بين سبحانه تعالىٰ اولا المحرمات ثم قال عزشانه واحل لكم ما وراء ذلكم ان تبتغوا باموالكم وفيه بحسب المعنى يبطل تحليل الفرج واعارته وقد قال بهما الشيعة ثم قال جل شانه محصنين غير مسافحين وفيه اشارة الى النهي عن كون القصد مجرد قضاء الشهوة وحيه الماء واستفراغ ادعيه المنى فبطلت المتعة بهذا القيد لان مقصود المتمتع ليس الا ذلك دون للتاهل والاستيلاد وحماية الذمار والعرض ثم فرغ سبحانه وتعالىٰ على النكاح قوله تعالىٰ عزمن قائل فما استمتعتم به منهن وهو يحمل على ان المراد بالاستمتاع هوالوط والدخول به لا الاستمتاع بمعنى المتعة التي يقول بها الشيعه والقراة التي تنتقلون ها عمق تقدم من الصحابة شاذة" اور آیت "فما استمتعتم به" حلت متعہ پر دلالت نہیں کرتی اور یہ کہنا کہ متعہ کے حق میں نازل ہوئی ہے غلط ہے اور بعض مفسرین کا اس آیت کی تفسیر متعہ سے کرنا غیر مقبول ہے چونکہ نظم قرآن کریم کی متعہ کی تفسیر سے مانع ہے جب خود باری تعالیٰ نے اول میں محرمات کا ذکر فرما کر پھر فرمایا "واحل لكم ماوراء ذلكم" اور آیت باعتبار معنی کے حلت شرمگاہ وعاریتہ شرمگاہ کو باطل کرتی ہے اور شیعہ ان دونوں کے قائل ہیں (یعنی بغیر نکاح کے) پھر خدا تعالےٰ نے فرمایا غیر مسافحین اس میں اشارہ ہے منع کرنے اس وطی سے جس سے قضاء شہوت اور مستی جھاڑنا اور منی کے برتن خالی کرنا مقصود ہو پس باطل ہو گیا متعہ اس قید سے چونکہ مقصود متعہ کرنے والے کا سوائے

شہوت پرستی و مستی جھاڑنے کے اور برتن منی کے خالی کرنے کے اور کوئی نہیں ہوتا۔ نہ کہ بیوی بنانا نہ ہی اولاد پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ نے تفریع بٹھائی ہے نکاح پر اپنے قول "فما استمتعتم بہ" کی اور آیت فما استمتعتم بہ منہن سے مراد وطی سے نفع اٹھانا ہے۔ اور دخول سے نہ وہ متعہ جو شیعہ کا مقصد ہے باقی قراۃ جو بعض صحابہ سے منقول ہے۔ الیٰ اجل مسمّٰی وہ شاذ ہے وہ قرآن نہیں ہے لہٰذا غیر مقبول ہے۔

(فائدہ) روح المعانی کی عبارت سے دو امر ثابت ہوئے ایک یہ کہ بعض مفسرین کا آیت سے متعہ مراد لینا غلط ہے۔ (دوم) آیت نکاح صحیح کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ نہ متعہ کے حق میں چونکہ متعہ میں وقتی تسکین مقصود ہوتی ہے نہ بیوی بنانا مقصود ہوتا ہے۔ کیونکہ اوّل ان عورتوں کا ذکر قرآن کریم نے کیا جن سے نکاح حرام ہے پھر "واحل لکم ماوراء ذلکم" سے اُن عورتوں کا ذکر فرمایا ہے جن سے نکاح صحیح ہے پھر طریقہ نکاح بتایا کہ نکاح میں حق مہر بھی دیا کرنا جس عورت سے فائدہ اٹھاؤ، جماع سے ساتھ نکاح صحیح کے۔ سوم، بتایا کہ نکاح سے شہوت رانی مقصود نہیں ہوتی اور متعہ میں یہی چیز ہی مقصود ہوتی ہے

(۷) تفسیر منار ص ۹ جلد ۵ مصری):۔ "فقال معناہ لا ان یقصد الرجل احصان المرءۃ وحفظہا ان ینالہا احد سواہ لکن عفیفات طاہرات لا یکون المتزوج لمجرد المتمتع و سفح الماء واراقتہ وھو یدل علی بطلان النکاح المؤقت وھو نکاح المتعۃ الذی یشرط فیہ الاجل" پس فرمایا کہ معنی آیت کا یہ ہے کہ قصد کرے مرد احصان عورت کا اور اس کی عزت کی حفاظت کرے کہ اس مرد کے سوا اس کو کوئی نہ چھوئے لیکن یہ عورتیں پاک دامن عفیف ہونی چاہئیں اور نکاح کرنے والے کا مقصد صرف نفع اٹھانا نہ ہو نہ ہی پانی خارج کرنا مقصود ہو اور یہ آیت نکاح مؤقت جس کو متعہ کہتے ہیں جس وقت

مقرر ہوتا ہے اس کے باطل ہونے پر دال ہے

تفسیر منار ص۱۳ جلد ۵ :۔ " وھذا ھو المتبادر من نظم آیۃ القرآن فانھا قد بینت ما یحل من نکاح النساء فی مقابلتہ ما حرم فیھا قبلھا وفی صدرھا و بینت کیفیۃ وھو ان یکون بمال یعطی المرءۃ و بان الغرض المقصود فیہ الاحصان دون مجرد التمتع بسفح الماء " اور یہی بات یعنی حُرمت متعہ نظم قرآنی سے متبادر ہے چونکہ جن عورتوں سے نکاح حلال تھا ان کو بیان کیا چونکہ ان کے مقابل ان عورتوں کا بیان ہوا تھا جن سے نکاح حرام تھا اور پھر کیفیت نکاح بیان فرمائی کہ نکاح مال پر کرنا چاہیئے اور نکاح سے مقصود احصان ہونا چاہیئے نہ مجرد نفع اٹھانا۔

(۸) ابن کثیر ص۴۷۴ پر جن افراد نے فما استمتعتم بہ سے متعہ مراد لیا ہے ان کو یوں رَدّ فرمایا کہ یہ جمہور کے خلاف ہے ولکن الجمھور علی خلاف ذالک۔

(فائدہ) نقی صاحب نے اپنی کتاب کے ص۱۰۵ پر فرمایا کہ " وقال الجمھور ان المراد بھذا الایت نکاح المتعۃ " کہ اس آیت سے مراد نکاح متعہ ہے غلط ثابت ہوا جمہور کا مذہب ہے کہ آیت سے مراد نکاح صحیح ہے نہ نکاح متعہ۔

" ان تبتغوا باموالکم غیر مسافحین من الزوجات الی اربع اسراری ماشئتم بالطریق الشرعی " اپنے مالوں سے عورتیں طلب کریں چار تک یا باندیاں جتنی تم چاہو شرعی طریقہ سے۔

(فائدہ) چار تک کی قید نے متعہ کو اڑا دیا ہے متعہ میں کوئی عدد مقرر نہیں۔

(۹) تفسیر مدارک ص۱۷۰ :۔ " فما نکحتموہ منھن فاتوھن اجورھن ای مھورھن لان المھر ثواب البضع اور پھر فرمایا الا علی ازواجھم وفیہ دلیل علی

۵۴

تحریم المتعۃ " پس جس عورت سے تم نکاح کریں ان کو ان کا مہر ادا کیا کریں چونکہ مہر ہی مقابل فرج کے ہے اور پھر فرمایا صاحب مدارک نے کہ الاعلیٰ ازواجہم کی آیت سے متعہ حرام ثابت ہوتا ہے۔

(۱۰) تفسیر ابو سعود :۔ " استمتعتم بہ منہن من نکاح او خلوۃ " جس عورت سے نکاح سے یا خلوت سے نفع اٹھاؤ۔

(۱۱) تفسیر بیضاوی مصری :۔ " فمن استمتعتم بہ منہن من المنکوحات فاتوھن اجورھن ای مہورھن " پس جو شخص منکوحہ زوجہ سے نفع اٹھائے ان کو مہر دے دے۔

(۱۲) تفسیر ابو جعفر نحاس مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰۵ :۔ " فما استمتعتم بہ منہن ھو النکاح بغیہ وما احل اللہ المتعۃ فی القرآن قط فممن قال ھذا من العلماء الحسن ومجاھد الی ان قال عن ابن نجیح عن مجاھد فما استمتعتم بہ منہن قال ھو النکاح وقال الحسن فما استمتعتم بہ قال النکاح وکذا روی عن ابن عباس وقد صح من الکتاب والسنۃ التحریم ولم یصح التحلیل من الکتاب " پھر صفحہ ۱۰۶ پر فرمایا : ان الاستمتاع النکاح علی ان الربیع بن بسرۃ قد روی عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہم استمتعوا من ھذہ النساء قال الاستمتاع عندنا یومئذ التزویج. ثم قال فبین ابن عباس ان الاستمتاع ھو النکاح " پس کہا ایک قوم نے کہ آیت سے مراد نکاح صحیح ہے اور متعہ کو خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن میں کبھی بھی حلال نہیں فرمایا پس اس قوم سے جن علماء نے یہ بات کہی کہ قرآن میں متعہ کی اباحت کا ذکر نہیں نازل ہوا وہ حسن بصری ہیں اور مجاہد ہیں اور ابن نجیح مجاہد سے بیان کرتا ہے اور مجاہد ابن عباس سے اس آیت فما استمتعتم کے متعلق بیان کرتا ہے کہ ابن عباس فرماتے تھے کہ اس سے

نکاح صحیح مراد ہے (نہ متعہ) اور حسن بصری نے اس آیت کے متعلق فرمایا کہ اس سے نکاح صحیح مراد ہے اسی طرح ابن عباس سے بھی روایت موجود ہے کہ ابن عباس نے فرمایا کہ حُرمت متعہ قرآن سے اور حدیثِ رسُول سے ثابت ہے اور قرآن سے متعہ حلت ثابت نہیں ہوئی اور اس استمتاع سے مراد نکاح صحیح ہے۔ علاوہ ازیں بسرہ کے بیٹے ربیع سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا صحابہ کرام کو "استمتعوا" یعنی نفع اٹھاؤ ان عورتوں سے اور کہا ربیع بن بسرہ نے کہ اس وقت جبکہ حضور نے حکم دیا تھا متعہ کا۔ اس وقت صحابہ کرام کے نزدیک متعہ سے مراد نکاح تھا پھر فرمایا کہ پس ابن عباس نے استمتاع کا معنی نکاح صحیح کا کیا ہے نہ کہ متعہ کا۔

(فائدہ) تفسیر نحاس سے خوب واضح ہو گیا کہ آیت کے استمتاع سے مراد نکاح صحیح ہے نہ متعہ شیعہ۔ (دوم) اور یہی مذہب ہے علامہ مجاہد اور ابن عباس کا اور ان دونوں کے نزدیک استمتاع سے مراد نکاح ہے نہ متعہ۔ (سوم) یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن میں اباحت متعہ کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور یہی مذہب ہے خیر اُمّت ابن عباس کا۔

(۱۳) تفسیر مظہری صـ۷۸ :- "فما استمتعتم به منهن ما انتفعتم به منهن وتلذذتم بالجماع من النساء بالنكاح الصحيح فاتوهن اجورهن اى مهورهن كذا قال الحسن ومجاهد واخرج ابن جرير وابن منذر وابن ابى حاتم عن ابن عباس قال الاستمتاع النكاح" پس آیت کا معنی یہ ہوا کہ جس عورت سے تم نفع اٹھاؤ اور تلذذ جماع سے حاصل کرو، نکاح صحیح کے ساتھ تو ان کے مہر ادا کرو۔ اسی طرح فرمایا حسن بصری و مجاہد نے اور اسی طرح اخراج کیا ہے ابن جریر نے اور ابن منذر نے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے کہ آیت فما استمتعتم به سے نکاح مراد ہے نہ کہ متعہ۔

(فائدہ) اور علامہ ابن تیمیہ اصول تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی صحیح سے صحیح تفسیر وہی

ہے جس کو مجاہد ابن عباس سے بیان کرے۔ اور فما استمتعتم بہ منہن کی تفسیر مجاہد نے ابن عباس سے نکاح کے بارے میں بیان فرمائی ہے نہ متعہ کے۔ بالفرض کسی مفسر نے اس آیت کی تفسیر متعہ سے کر بھی دی ہو تو وہ غلط ہوگی جمہور کے مخالف ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ممتوعہ عورت منکوحہ و زوجہ میں داخل نہیں ہے۔

" واجمعوا انہا لیست بزوجۃ ولا ملک یمین " تمام اُمت کا اتفاق ہے۔ کہ ممتوعہ نہ زوجہ ہے نہ باندی ہے۔

علی نقی صاحب نسخ کی بحث کرتے ہوئے یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ آیت فما استمتعتم منسوخ نہیں ہے اس میں تو حق بجانب ہیں مگر اس کو متعہ کے متعلق سمجھنا اس میں غریب نے غلطی کر کے ٹھوکر کھائی ہے۔

جوازِ متعہ اور احادیث

علی نقی صاحب نے اپنی کتاب کے صے ۱۲۹ پر جوازِ متعہ از احادیث کی ایک سُرخی قائم کی ہے جس میں چند احادیث پیش فرمائی ہیں جن سے اپنے ذہن کے مطابق جواز متعہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے

الجواب : علی نقی صاحب آپ کی یہ تحریر دو باتوں سے خالی نہ ہوگی، یا تو جناب نے احادیث کا مطلب ہی نہیں سمجھا اگر نہیں سمجھا تھا تو کسی سُنّی عالم سے پوچھ لیتے تو اچھے رہتے اتنی رُسوائی نہ اٹھانی پڑتی۔ یا عمداً حدیثوں کو سمجھ کر لوگوں کو دھوکا دیا اس کی جزا خُدا کے ہاں آپ کے لیئے ہوگی وہ آپ کو دے گا۔ جن جن اصحاب و تابعین سے جوازِ متعہ کی حدیثیں جناب نے نقل کی ہیں اور جن جن کتابوں سے نقل کی ہیں انہی کتابوں میں اُن

تمام صحابہ و تابعین کا رجوع بھی موجود ہے۔ آپ کا فرض تھا کہ دیانت داری سے کام لیتے جہاں اُن کے نام سے جواز نقل کیا تھا وہاں اُن کا رجوع بھی نقل کرتے پھر اِن دونوں باتوں کو قوم کے سامنے پیش کرتے ہم نے کب کہا ہے کہ جواز کے متعلق ان چند صحابہ سے منقول نہیں ہیں ہم تو کہتے ہیں کہ جواز کا قول ان کے عدم بلوغ حرمت متعہ کی وجہ سے ہے جب حرمت کی حدیث ان کو ملی تو فوری رجوع کر لیا تھا اور بعد رجوع کے کوئی روایت پیش کرتے جس سے بعد رجوع کوئی عمل متعہ کے متعلق ثابت ہوتا اُن سے علی نقی صاحب یہ امر تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ قرآن میں متعہ کا نام تک بھی نہیں ہے اور یہ بھی ثابت کیا جا چکا ہے کہ متعہ مروجہ شیعہ کا وجود اسلام میں نہیں پایا گیا جو تعریف شیعہ متعہ کی کرتے ہیں اُس کی اجازت اسلام نے نہیں دی کہ ایک بار کرنے سے اتنے بڑے بڑے مراتب حاصل ہوتے ہیں قطرات غسل سے ملائکہ پیدا ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

خیبر میں قبل از وقوع متعہ کی حرمت کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان کر دیا تھا فتح مکہ کے دن تین دن نکاح مؤقت کی اجازت حضرت شارع علیہ السلام نے دی تھی نہ کہ متعہ کی۔ شیعہ متعہ کی جب اباحت ہی ثابت نہیں تو نسخ کیا ہوا۔ قرآن کریم کی مکی اور مدنی آیتیں حرمت پر صاف صاف دلالت کرتی ہیں پھر متعہ کس طرح مباح ہوا۔ اگر متعہ مباح ہوتا تو یقیناً نکاح کی ضرورت ہی نہ تھی۔ ایک تو کام ارزاں یعنی سستا تھا۔ دوم ہر روز نیا نظارہ تھا کل جدید لذیذ ہر نئی چیز میں لذت زیادہ ہوتی ہے کل جدید لذت اور جن حدیثوں کو علی نقی صاحب نے بحق ثبوت متعہ پیش کیا ہے انہی سے نکاح مؤقت ثابت ہوتا ہے متعہ کا اشارہ بھی نہیں ملتا۔

ابن مسعود کی حدیث "متعہ اور اسلام" کے صفحہ ۱۲۰ پر

(۱) "ثم رخص لنا ان تنكح المرأة بالثوب" پھر اجازت دی ہم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم نکاح کریں عورت کے ساتھ کپڑا پر۔

(۲) "ثم رخص لنا ان نستمتع وكان احدنا ينكح المرأة بالثوب الى اجل" پھر اجازت دی ہم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم نفع اٹھائیں اور نکاح کرتا ہر ایک ہم میں سے عورت کے ساتھ کپڑا پر وقت مقرر تھا۔

(۳) "ثم رخص لنا ان تنكح المرأة الى اجل بالشئ ابن مسعود" پھر رخصت فرمائی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نکاح کریں عورت کے ساتھ کسی چیز پر وقت مقررہ تک۔

اور ربیع بن بسرہ کی حدیثیں جو جناب نے پیش کی ہیں ان تمام میں نکاح مؤقت کا ذکر ہے نہ متعہ شیعہ کا اور ربیع بن بسرہ کی آخری حدیث جو جناب نے نقل کی ہے اُس میں صاف نکاح مؤقت مذکور ہے۔

"فلما قدمنا مكة وحللنا قال استمتعوا من هذه النساء قال فعرضنا ذلك على النساء فابين ان يتزوجها الى ان تضرب بيننا وبينهن اجلا فذكرنا ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اضربوا بينكم وبينهن اجلا"

(متعہ اور اسلام ص۱۴۲، فتح الملہم ص۴۴۱ جلد ۳) پس جب ہم احکام حج سے مکہ میں فارغ ہو چکے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان عورتوں سے نفع حاصل کرو پس ربیع کہتا ہے کہ ہم نے اس بات کو عورتوں پر پیش کیا مگر عورتوں نے نکاح سے انکار کر دیا کہ جب تک وقت مقرر نہ کرلو۔ تو ہم نے اس بات کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کیا تو آپ نے فرمایا وقت مقرر کر کے نکاح کرلو۔

"ان المتعة التى ياثرها من الصحابة انما كانت نكاحا الى اجل اعنى النكاح المؤقت وهكذا وقع فى حديث بسرة عند ابن جرير بلفظ

تزوجتها ببرد — وبالجملة فالمتعة التی اباحها الشارع علیہ السلام فی اوائل ثم حرمها تحریما مؤبدا کان ھو النکاح المؤقت بحضرۃ الشھود کما یدل علیہ حدیث سلمان — بن یسار عن ام عبد اللہ ابنۃ ابی خیثمۃ عن رجل من اصحاب النبی صلعم فی قصۃ عند ابن جریر وفیہ فشارطھا واشھد واعلی ذلك عدولا "تحقیق متعہ صحابہ میں سے جس نے کیا تھا یہ نکاح تھا وقت مقررہ تک مراد اس سے نکاح مؤقت تھا اسی طرح موجود ہے حدیث بسرہ میں ابن جریر کے نزدیک ساتھ لفظ تزویج کے ساتھ چادر کے حاصل کلام کا یہ ہے کہ جس متعہ کو یعنی نکاح مؤقت کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح فرمایا تھا اول میں اور پھر حرام فرمایا ہمیشہ کے لئے وہ نکاح مؤقت تھا گواہوں کے روبرو جیسا ثابت ہے حدیث سلمان بن یسار سے جو ام عبد اللہ بنت ابی خیثمہ سے مروی ہے ایک مرد کے قصہ میں، جو صحابی تھا رسول خدا کا ابن جریر کے ہاں اور اسی میں ہے اس عورت سے شرط کی تھی اور اس پر عادل گواہ قائم کئے تھے۔

اور علامہ باجی نے منتقی شرح موطا، صفحہ ۳۳۶ جلد ۳ پر فرمایا۔

" المتعۃ المذکورۃ ھی — النکاح المؤقت مثل ان یتزوج الرجل المرأۃ سنۃ اوشھرا اواکثر اواقل فاذا انقضت المدۃ " متعہ مذکور یہ نکاح مؤقت تھا اس طرح کہ نکاح کرے مرد عورت سے سال تک یا ایک ماہ یا اکثر یا کم جب مدت گذر گئی تو نکاح گیا۔

(فائدہ) سلمان بن یسار کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے نکاح مؤقت سے بھی صحابہ کرام واقف نہ تھے ورنہ حضور سے سوال نہ کرتے کہ یہ نکاح مؤقت جائز یا ناجائز۔ پھر حضور کے بتلانے پر جا کر گیا۔ اور خیبر کے دن تک اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی اباحت نازل ہی نہ ہوئی تھی۔ جب نکاح صحیح عورتوں سے جائز نہ

تھا تو متعہ کہاں جائز تھا متعہ قبل از وقوع حرام ہوا۔

متعہ اور نکاح مؤقت نکاح مؤقت اور متعہ میں فرق

"قال شیخ الاسلام فی الفرق بین المتعۃ و بین نکاح المؤقت ان یذکر المؤقت بلفظ النکاح والتزویج وفی المتعۃ اتمتع او استمتع و عدم اشتراط الشھود فی المتعۃ وفی المؤقت الشھود" (فتح القدیر صـ۳۳ مطبوعہ ہند جلد۲) شیخ الاسلام نے فرمایا کہ متعہ اور نکاح مؤقت میں فرق یہ ہے کہ وقت نکاح مؤقت میں لفظ تزویج یا نکاح سے عقد نکاح کیا جاتا ہے اور متعہ وقت متعہ کرنے کے اتمتع او استمتع سے بیان کیا جاتا ہے۔ دوم، فرق یہ ہے کہ متعہ میں گواہ شرط نہیں اور نکاح مؤقت میں حضوری گواہوں کی شرط ہے۔

اور مسند امام کے حاشیہ پر مولانا محمد حسن سملی کا ارشاد صـ۲۳۶

"ان حضور الشھود غیر شروط فی المتعۃ وانما ھو فی المؤقت وھذا ھو الفرق بینھما (فتح القدیر صـ۳۳ جلد۲ پر) النکاح المؤقت من افراد المتعۃ وان عقد بلفظ التزویج واحضار الشھود" اور مولانا محمد حسن سملی نے فرمایا کہ حاضر ہونا گواہوں کا متعہ میں شرط نہیں مگر نکاح موقت میں حضوری گواہوں کی شرط ہے اور یہی ان دونوں میں فرق ہے۔ نکاح مؤقت بھی متعہ کی قسم اسی کی فرد ہے اگرچہ منعقد کیا جاتا ہے ساتھ لفظ تزویج اور حاضری گواہوں سے۔

(فائدہ) ثابت ہوا کہ نکاح مؤقت میں وقتی تلذذ ہوتا ہے اور نفع بھی وقتی ہوتا ہے

زوجہ بنانا دونوں میں مقصود نہیں ہوتا بلکہ وقتی تسکین مقصود ہے اس واسطے متعہ کا اطلاق نکاح مؤقت پر کر دیا جاتا ہے اسی وجہ سے

فتح مکہ کے دن جو نکاح مؤقت کی اباحت ۳ دن کے لیئے ہوتی تھی اس پر بھی متعہ بول دیا جاتا ہے اس میں اشتباہ واقعہ ہوگیا کہ شاید یہی کئی بار حلال ہوا اور کئی بار حرام ہوا اور نہ متعہ جس کو شیعہ حلال کہتے ہیں اور اس کے ثواب میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ یہ تو کسی وقت بھی جائز نہیں ہوا چونکہ زنا، اور اس میں کوئی فرق نہیں زنا میں بھی رضامندی طرفین ہوتی ہے بغیر گواہوں کے جیسا متعہ میں ہوتی ہے۔ ذرا یہ تو بتائیے کہ پیشہ ور عورتیں جو رقم مقرر کر کے ایک جماع کے لیئے یا پوری رات کے لیئے بدکاری سے دوچار ہوتی ہیں کیا ان میں رضامندی نہیں ہوتی یقیناً دونوں بات چیت کرتے ہیں رقم مقرر کرتے ہیں وقت مقرر ہوتا ہے پھر اس میں اور متعہ میں فرق کیا ہے وہ فرق تو بتائیے جس سے متعہ حلال ہے اور زنا، حرام ہے ذرا خدا کے لیئے غور فرمانا تعصب کی عینک کو اتارنا اور امور ذیل پر پوری توجہ دینا۔

(۱) اباحت نکاح مؤقت سفر جہاز میں ثابت ہوتی ہے نہ حضر میں۔ تم ہر وقت جائز کہتے ہو۔

(۲) اباحت بھی مقید تھی حالتِ اضطراری سے جس طرح گوشت خنزیر و گوشت مردار حالت اضطراری سے مقید ہے اور جو احکام حالت اضطراری سے مختص ہوتے ہیں ان کا حالتِ اختیاری میں کرنا شرعاً حرام ہوتا ہے لہذا متعہ کا کرنا بھی حرام ہوا۔

(۳) اور یہ حالت اضطراری نکاح مؤقت کی مقید تھی ۳ دن سے۔ ۳ دن کے بعد خود بخود اٹھ گئی اور ہمیشہ کے لیئے حرام کی گئی۔

(۴) یہ سہ دن کی اباحت بھی صرف صحابہ سے مختص تھی اس اختصاصی حکم میں غیر شریک نہیں جیسا عنقریب آتا ہے۔

(۵) اور جو لوگ بعد رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی اباحت کے قائل رہے ۔ وہ بوجہ عدم بلوغ حرمت کے رہے تھے پھر تمام نے اباحت سے رجوع کیا ہے۔

(۶) اگر کسی شخص نے خنزیر کا گوشت یا مردار کا گوشت کھالیا وقت اضطرار کے تو اب یہ حلال نہ ہو جائیں گے ۔ اسی طرح بالفرض محال نکاح مؤقت کو مباح کہیں اس حالت کے لیئے تو پھر حلال نہ ہو جائے گا تو گویا ابن عباس کا فتویٰ اس حالت کے لیئے جو کوئی دے رہا تھا تو حقیقتاً یہ فتویٰ حرمت کا تھا نہ حلت کا۔

محدثین کا حکم

محدثین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تین دن کی قید جو حدیث بسرہ جہنی میں موجود ہے اس کا تعلق نکاح سے نہیں بلکہ اقامت مہاجرین سے ہے چونکہ فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے مکہ سے ہجرت کی تھی ان پر مکہ میں تین دن سے زائد قیام حرام تھا ۔ لہٰذا تین دن کی قید اقامت کے متعلق ہے نہ متعہ یعنی نکاح وقتی سے۔

عینی شرح بخاری صفحہ ۶۵ جلد ۱۷: "وکانت الاقامۃ بمکۃ حرامًا علی الذین ھاجروا منھا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الفتح ثم ابیح لھم اذا دخلوھا بحج او عمرۃ ان یقیموا بعد نسکھم ثلاثۃ ایام ولا یزیدوا علیھا ان قال قال العیاض ھذا قول الجمھور" جن مہاجرین نے فتح مکہ سے پہلے مدینہ طیبہ کی طرف مکہ سے

ہجرت کی تھی ان پر مکہ میں اقامت حرام تھی بعد کو مباح ہوئی اور وہ صرف تین۳ دن کے لیے جب حج یا عمرہ کی وجہ سے مکہ میں داخل ہوں مکہ میں تو بعد پورا کرنے احکام حج کے اور تین دن سے زائد نہ رہ سکتے تھے اور قاضی عیاض نے فرمایا کہ یہی قول ہے جمہور کا۔

فیض الباری شرح بخاری ص۲۸۲ جلد۴ :" وقد مومنی ان هذه الزيادة عندی ليست لكون المتعة رخصة لهم في تلك المدة كما فهموه بل لان المهاجرين لم تكن له رخصة في الاقامة بمكة الا بهذا القدر فتلك الزيادة ناظرة الى الحديث لا لما فهموه وحينئذ ياتي الحديث على ما اخترت في المتعة ويختار الرجل بعدها بين ان يطلقها وبين ان يذهب بها الى المدينة" اور علامہ انور شاہ دیوبندی استاذ الکل نے فیض الباری میں فرمایا کہ اول گذر چکا ہے کہ میرے نزدیک تین دن کی زیادتی جو حدیث میں موجود ہے یہ متعہ کی رخصت کے لیے نہیں جیسا سمجھا ہے انھوں نے چونکہ مہاجر کو مکہ میں صرف تین دن کی اقامت کی اجازت تھی۔ نہ جیسا انھوں نے سمجھا اور حدیث آجاتی اس پر جو چیز میں نے اختیار کی ہے متعہ میں ان تین کے بعد جب اقامت کی میعاد ہوئی تو مہاجرین کو اجازت تھی کہ ان عورتوں کو طلاق دیں یا ساتھ مدینہ منورہ لے جائیں۔

(فائدہ) بعض محدثین کے کلام سے پتہ چلا کہ حدیث " ثم رخص لنا رسول الله ثلاثة ايام " یہ تین دن کی رخصت قیام مکہ کے لیے تھی نہ نکاح کے لئے نکاح تو دائمی تھا بعد تین دن کے مہاجرین کو اجازت تھی کہ ان عورتوں کو طلاق دے دیں یا ہمراہ لے جائیں معلوم ہوا کہ ثلاثۃ ایام تین دن کی قید کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ جنہوں نے اس قید کو نکاح کی قید سمجھا۔ انھوں نے نکاح مؤقت فرمادیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح مؤقت کی اجازت صرف تین دن کے لئے عنایت فرمائی تھی بعد کو حرام فرما

قیامت تک اور جنہوں نے اقامت مہاجرین کی قید سمجھی انھوں نے نکاح دائمی کا حکم دیا بعد تین دن کے مہاجر کو اجازت دی گئی کہ وہ طلاق اور ہمراہ لے جانے میں مختار ہے تو اس مذہب کے مطابق تو نکاح مؤقت کا ثبوت بھی محال ہے. باقی تنازعہ سیّدنا علی المرتضٰے و ابن عباس رضی اللہ عنہما کا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ متعہ خیبر کے دن حرام ہوگیا تھا اور حضرت علی المرتضٰے کو اباحت نکاح مؤقت یوم فتح مکہ کا علم نہ تھا اور ابن عباس کو حرمت نکاح مؤقت کا علم نہ تھا۔ اور نکاح مؤقت بھی متعہ کے افراد سے ایک فرد تھا متعہ کی اقسام سے ایک قسم تھا۔ اس واسطے ابن عباس اس کو متعہ سے تعبیر فرماتے تھے اور حضرت علی بھی اس کو متعہ کی قسم سمجھ کر اس پر متعہ کا حکم لگاتے تھے. مگر ابن عباس اس نکاح مؤقت کو بھی مثل گوشت خنزیر و مُردار و دم مسفوح کے سمجھتے تھے .اسی وجہ سے متعہ کو گوشت خنزیر و مُردار سے تشبیہہ دیتے تھے جیسا گذر بھی چکا ہے اور پھر آ بھی جائے گا۔

تو اب انصاف یہ ہے کہ جو شخص متعہ کی اباحت کا آج بھی اعلان کرتا ہے وہ اباحت گوشت خنزیر و مُردار و دم مسفوح کا بھی اعلان کیا کرے۔ نیز ابن عباس جس طرح متعہ یعنی نکاح مؤقت کی اباحت کے قائل تھے اسی طرح گوشت گدھا کی اباحت کے بھی قائل تھے پھر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ان کا ایک قول تسلیم کیا جائے۔ اور دوسرے کو ترک کیا جائے حالانکہ گوشت گدھا کی اباحت کا قول کتاب استبصار میں بھی موجود ہے مگر اس کا اعلان نہیں کیا جاتا۔

” والحکمۃ فی جمع علی رض بین النہی عن الحمر و المتعۃ ان ابن عباس کان یرخص فی الامرین معا و سیاتی النقل عنہ فی الرخصۃ فی الحمر الاھلیۃ فی

اوائل کتاب الاطعمۃ فرد علیہ علی رضؓ فی الامرین معاً "۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے متعہ اور گوشت گدھا کی حُرمت کو جمع کرکے کیونکر بیان کیا ؛ اس کی حکمت یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ان دونوں کی اباحت کی رخصت دیا کرتے تھے جیسا عنقریب کتاب الاطعمۃ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے رخصت گدھا کے گوشت اور متعہ کی آجائے گی پس علی المرتضٰی ان دونوں کو رد فرماتے تھے جمع کرکے۔

باقی رہا کہ مہر قلیل تھا ثوب وغیرہ جیسا مذکور ہو چکا ہے تو جواب یہ ہے کہ وقت قلیل کے لئے نکاح مؤقت تھا لہٰذا مہر قلیل مقرر ہوا۔ ایک کپڑا وغیرہ یہ حقیقتاً مہر تھا گو مہر قلیل ہے مگر نکاح مؤقت بھی وقت قلیل کے لئے تھا۔

نکاح مؤقت کا اختصاصی حُکم

متعہ شیعہ کی اجازت تو اسلام نے کسی وقت بھی نہیں دی نہ ہی ثابت ہے۔ قرآن کریم کی مکی اور مدنی آیات اس کی حُرمت پر صاف صاف دال ہیں باقی نکاح مؤقت جو ایک وجہ سے نکاح ہے اور دوم وجہ سے متعہ ہے اس کی اباحت بھی مختلف فیہ ہے مگر جواز بھی جو ملتا ہے تین دن کا وہ بھی صحابہ کرام کے لئے خاص تھی نہ بعد والوں کے لئے۔ جیسا فتح الباری شرح بخاری ص۱۳۷ جلد ۹ پر ہے۔

"ووقع فی حدیث ابی ذر التصریح بالاختصاص اخرجہ البیہقی عنہ قال انما احلت لنا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعۃ النساء ثلاثۃ ایام ثم نہی عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "۔ ابی ذرؓ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

حدیث میں صاف صاف مذکور ہے جس حدیث کو امام بیہقی نے اخراج کیا ہے کہ ابی ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ تین دن یہ متعہ صرف ہم اصحاب رسول کے لیئے مباح ہوا تھا پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا تھا۔

اور اس روایت کو امام ابو جعفر طحاوی نے معانی الآثار کی شرح صہ ۱۵ جلد دوم پر بھی اخراج کیا ہے۔

"عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال انما کانت المتعۃ النساء لنا خاصۃ" حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ متعہ صرف اصحاب رسول اللہ کیلئے مباح ہوا تھا نہ کسی غیر کے لیئے۔

(فائدہ) اس نکاح مؤقت کا خاص ہونا اصحاب رسول خدا سے خود تین دن کی قید سے بھی واضح ہے پھر جب تین دن کے بعد حرام ہو گیا تو اس کا اصحاب رسول سے خاص ہونا خود ظاہر ہو گیا۔

ممانعت متعہ کی احادیث

علی نقی صاحب نے متعہ اور اسلام کے صہ ۱۷۳ پر جا کر حرمت متعہ کی احادیث کا انکار کر دیا ہے اور کیوں کیا اور ایسا کیوں ہوا؟ چونکہ ان صحیح اور مشہور احادیث کا جواب تو اس غریب سے بن نہ آیا تو آخر انکار تو مشکل ہی نہ تھا وہ تو آسان ہے ہر جاہل بھی کر سکتا ہے مگر اتنا میں ضرور دریافت کروں گا۔ کہ علی نقی صاحب نے جواز متعہ کی احادیث کا انکار کیونکر نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے مگر حرمت متعہ کی احادیث کا فوری انکار کر دیا اور فرما دیا اور ہمارے لیئے آسان ہے کہ ہم کہہ دیں کہ یہ حدیثیں غلط و بے بنیاد و حقیقت سے

علیحدہ ہیں خوب مگر افسوس ہے ایسے محقق پر جو فرمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور فرمان علی المرتضےٰ کو اور امام جعفر صادق کو اور اجماع اُمت کو پس پشت ڈال رہے ہیں علی نقی صاحب کو ایسی تحقیق کا ماتم کرنا چاہیئے۔ متعہ جو بے بنیاد چیز ہے اس کو تو بنیادی فرماتے ہیں اور اس کی حرمت جو بنیادی حکم ہے اس کو بے بنیاد فرماتے ہیں اور یہ سوال کرتے ہیں کہ احادیث حرمت متعہ میں اختلاف ہے کسی میں آتا ہے کہ خیبر کے دن حرام ہوا کسی میں ہے کہ فتح مکہ کے دن حرام ہوا۔ کسی میں ہے عام اوطاس میں حرام ہوا کسی میں ہے کہ عمرۃ القضا کے دن حرام ہوا۔ اور کسی میں تبوک کا دن ہے۔ علی نقی صاحب! اگر ان احادیث کی سمجھ نہ آئی تھی تو کسی سُنّی محدّث سے دریافت کر لیا ہوتا۔

علی نقی صاحب! اب ذرا خدا کے لیئے سمجھنے کی کوشش کرنا۔ حرمت متعہ میں کسی کو اختلاف نہیں تمام اُمت کا اجماع ہے کہ متعہ حرام ہو چکا ہے اور قیامت تک حرام ہی رہے گا۔ جو اختلاف ہوا ہے وقت کی تعیین میں پیدا ہوا ہے نہ کہ حرمت متعہ پر تو تمام کا اتفاق ہے صرف اختلاف اس میں ہوا ہے کہ کس دن ہوا اور وقت کا اختلاف حرمت متعہ میں اختلاف نہیں پیدا کر سکتا سوچ لیں خیبر کے دن متعہ حرام ہوا۔ فتح مکّہ کے دن قیامت تک کے لیئے نکاح مؤقت جو متعہ کی قسم ہے من وجہ وہ حرام ہوا جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کی قید لگا دی تو اب فتح مکہ کے بعد اباحت کا امکان بھی اُٹھ گیا اور احتمال نسخ کا بھی ختم ہو گیا۔ قیامت تک کی قید سے تو اب جو روایت بعد فتح مکہ کے متعہ کی اباحت بیان کرے گی وہ یقیناً معلول ہو گی ضعیف ہو گی غیر مقبول ہو گی۔

فتح الباری صت ۱۳۴ جلد ۹ :۔ " ولیعبید ان یقع الاذن فی غزوۃ اوطاس بعد

ان یقع التصریح قبلہا فی غزوۃ الفتح انہا حرمت الی یوم القیامۃ واذا تقرر ذلک فلا یصح من الروایات بغیر علۃ الا غزوۃ الفتح ۔ (فتح الباری صـ۱۳۵ جلد۹) فلم یبقی من المواطن کما قلنا صحیحا صریحا سوی غزوۃ خیبر و غزوۃ الفتح " اور یہ بات بہت بعید ہے کہ غزوہ اوطاس میں متعہ کی اجازت ہوئی ہو جبکہ اس سے پہلے غزوہ فتح مکہ میں قیامت تک کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت متعہ کا اعلان فرمادیا تھا جب یہ بات مقرر ہوگئی تو پس اب کوئی روایت بھی صحیح نہ ہوگی سوائے فتح مکہ کے پس کوئی موضع نہ رہا جیسا ہم نے کہا ہے صحیح اور صاف صاف سوائے خیبر اور فتح مکہ کے۔

(فائدہ) معلوم ہوا کہ عام اوطاس و عام مکہ سے فتح مکہ مراد ہوتی ہے بعد فتح مکہ متعہ کی اباحت کا اعلان نہیں ہوا۔ دونوں چونکہ ایک سال واقع ہوئے ہیں فتح مکہ پر اوطاس بول دیا جاتا ہے باقی روایت عمرہ قضاء کی یہ سخت ضعیف ہے قابل حجت نہیں۔

علی نقی جو حدیث اہل سنت کے محدثین سے پیش کریں تو دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ محدثین کے مقرر کردہ اصول کے مطابق پیش کریں اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ کو اختلاف کی حدیثیں نظر آجاتی ہیں مگر ان پر جو محدثین نے جو جرح کی ہے وہ نظر نہیں آتی اور اُن میں جو تطبیق محدثین نے دی ہے وہ بھی آپ کو نظر نہیں آتی۔ کیا آپ کے مذہب میں اسی کو اجتہاد اور تحقیق کہتے ہیں۔

فتح الباری صـ۱۳۴ جلد۹ :۔ " واما عمرۃ القضاء فلا یصح الاثر فیہا لکونہ مرسل الحسن و مراسیلۃ ضعیفۃ لانہ یاخذ عن کل احد " باقی عمرہ قضا کی حدیث پس یہ صحیح نہیں چونکہ یہ مرسل ہے امام حسن بصری کی اور ان کی مراسیل ضعیف ہوتے ہیں وہ ہر ایک آدمی سے لے لیتے ہیں۔

باقی حجۃ الوداع کی روایت دونوں قسم کی بسرۃ سے آتی ہیں فتح مکہ کے دن کی اور حجۃ الوداع کے دن کی مگر زیادہ مشہور فتح مکہ ہے لہذا عمل اسی پر ہوگا نہ حجۃ الوداع والی پر۔

فتح الباری ص ۱۳۵ جلد ۹ "واما حجۃ الوداع فھو اختلاف علی الربیع بن بسرۃ والروایۃ عنہ والنھی عنہ بانھا فی الفتح اصح واشھر" حجۃ الوداع کی روایت میں ربیع بن بسرہ سے اختلاف ہے دونوں کا راوی یہی ایک آدمی ہے روایت بھی اس سے ہے اور منع متعہ سے بھی اسی سے ہے مگر فتح مکہ کی روایت حجۃ الوداع سے زیادہ صحیح اور مشہور ہے لہذا اسی پر عمل ہوگا۔

باقی رہی تبوک کے دن متعہ کی اباحت ہرگز نہیں یہ روایت حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آتی ہے اس روایت میں راوی ضعیف ہیں۔

"علوان فی حدیث ابی ھریرۃ مقالا فانہ من الروایۃ مؤصل بن اسماعیل عن عکرمۃ بن عمار وفی کل منھا فقال واما حدیث جابر فلا یصح فانہ من طریق عباد بن کثیر وھو متروک" (فتح الباری ص ۱۳۵ جلد ۹) علاوہ ازیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اعتراض ہے چونکہ یہ روایت موصل بن اسماعیل سے ہے وہ عکرمہ بن عمار سے بیان کرتا ہے مگر یہ دونوں ضعیف ہیں اور باقی حدیث حضرت جابرؓ کی پس وہ بھی ضعیف ہے اس میں عباد بن کثیر ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔

(فائدہ) علی نقی صاحب! اختلاف احادیث جو متعہ کے متعلق تھیں وہ تو آپ کو نظر آئیں اس کی کیا وجہ ہے کہ جرح اور اختلاف کو ختم کرنے والی باتیں تم کو نظر نہ آئیں کیا اسی کا نام دیانتداری اور تحقیق ہے؟ مبارک باد۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حرمت متعہ

علی نقی صاحب نے "متعہ اور اسلام" ص ۲۱۵، ۲۱۶ پر اپنی تحقیق و اجتہاد کے گل کھلائے ہیں بھلا کیوں نہ ہو آخر آپ محقق و مجتہد جو تھے۔

فرماتے ہیں کہ متعہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر حرام نہ کرتے تو دنیا پر کوئی زنا نہ کرتا مگر کوئی شقی بدبخت کرتا پھر اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ڈھال لی گئی اور پھر وہی روایت اہل سنت کی کتابوں میں درج ہو گئی جو اصل میں شیعہ راویوں کے دستِ کرم کا نتیجہ تھی۔

فروع کافی ص ۱۹۰ جلد ۲: "کان علی علیہ السلام یقول لولا سبقنی به ابن الخطاب ما زنا الا شقی....." حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ اگر عمرؓ نے ہم سے سبقت نہ کی ہوتی متعہ کو حرام کرنے میں تو سوائے بدبخت شقی کے کوئی زنا نہ کرتا۔

اور علی نقی صاحب نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ممانعت از متعہ کو سیاسی اور انتظامی امور میں داخل فرمایا ہے کہ یہ ممانعت محض انتظام حکومت کے لئے تھی نہ از روئے شریعت کے حرام قرار دیا تھا۔ شرعاً تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اباحت کے قائل تھے نعوذ باللہ من ذالک۔

الجواب: نقی صاحب! اگر کذب بیانی و بہتان تراشی سے آپ کی غرض ثواب حاصل کرنا تھا تو یہ کسی اور پر باندھ کر حاصل کر لیا کریں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر باندھنے سے اسلام کا نقصان ہوتا ہے ان کو معاف فرمائیے گا۔ دوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف حلت متعہ کی نسبت کر کے "لولا سبقنی به ابن الخطاب ما زنا الا شقی"

ترجمہ:۔ اگر ابن خطاب متعہ کو حرام نہ کرتا تو بغیر بدبخت شقی کے کوئی زنا، نہ کرتا۔ خود نسبت کرنے والا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف ہی بدبخت و شقی ہے بھلا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب خود حضرت علیؓ سے حرمت متعہ کی صحیح حدیث موجود ہے تو پھر اباحت متعہ کی روایت کیا عقل باور کر سکتا ہے۔ جس متعہ کو خود حضرت علی المرتضٰی حرام فرمائیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر حرام بتائیں تو ان پر طعن کریں ہرگز ہرگز نہیں غلط ہے۔ دوم۔ بالفرض حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دونوں روایتیں حرمت متعہ و اباحت متعہ کی صحیح مان لی جائیں تو پھر بھی حرمت حلت جب جمع ہو جائیں تو عمل حرمت پر ہوگا۔ اور حلت مردود ہوگی۔

باقی نقی صاحب کا یہ فرمانا کہ حضرت عمر کا متعہ سے منع کرنا انتظامی امور سے تھا غلط ہے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے انتظامی امور اور سیاسی امور تمام کے تمام قانون شرعی کے ماتحت تھے ان کی سیاست شرعی تھی ان کا انتظام شرعی تھا۔ شریعت و سیاست کوئی جدا جدا چیزیں نہ تھیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا متعہ سے منع کرنا قول رسول سے تھا فاروق تو صرف قول رسول سنا رہے تھے کہ متعہ کو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام فرمایا تھا۔

ابن ماجہ باب النہی عن نکاح المتعۃ :۔ "عن ابن عمر قال لما ولی عمر بن الخطاب خطب الناس فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن لنا فی المتعۃ ثلاثۃ ایام ثم حرمھا" ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب عمر بن خطاب والی بنائے گئے تو لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ بہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو متعہ کی تین دن کے لئے اجازت دی تھی پھر حرام فرما دیا۔ (ابن ماجہ)

(فائدہ) نقی صاحب! آپ کو یہ مرفوع حدیث نظر نہیں آئی تحقیقی طریق سے دیکھتے

تو نظر آجاتی تو پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر بہتان نہ باندھتے۔

(۲) "اخرج ابن المنذر والبیھقی من طریق سالم بن عبد اللہ بن عمر عن ابیہ قال صعد عمر المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ما بال رجال ینکحون ھذہ المتعہ بعد نہی رسول اللہ عنہا" (فتح الملہم ص۴۴۲ جلد ۳) ابن منذر اور علامہ بیہقی نے بطریق سالم بن عبد اللہ بن عمر اخراج کیا کہ فرمایا ابن عمر نے کہ حضرت عمرؓ منبر پہ گئے اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا ان مردوں کا کیا حال ہے؟ جو نکاح مؤقت جس کو متعہ کہا جاتا ہے کرتے ہیں۔ بعد حرام فرمانے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعہ کو۔

(فائدہ) نقی صاحب یہ قول و فرمان کس کا ہے عمر فاروقؓ کا یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حدیث بھی شیعہ کو نظر نہیں آتی خدا جانے کیا وجہ ہے۔ دوم معلوم ہوا متعہ نہ تھا نکاح مؤقت تھا۔

(۳) "کان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یقول من تمتع وھو محصن رجمتہ بالحجارۃ الا ان یاتی باربعۃ یشھدون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احلھا بعد ما حرمھا کشف" (ص۶۳ جلد ۲) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جس شخص نے ہی نفع حاصل کیا عورتوں سے اور وہ محصن ہوا تو میں اس کو سنگسار کروں گا مگر یہ کہ چار گواہ پیش کر دے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کرنے کے بعد متعہ کو حلال فرمایا تھا۔

(۴) "ومن ثم قال الطحاوی خطب عمر فنھی عن المتعۃ ونقل ذالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم ینکر علیہ منکر وفی ھذا دلیل علی متابعتھم لہ ما نھی عنہ" (فتح الباری ص۱۳۸ جلد ۱) امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا لوگوں کو اور اس میں فرمایا تھا کہ متعہ حرام ہے اور اس حرمت متعہ کو رسول خدا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرمایا کہ رسول اللہ نے متعہ حرام فرمایا تھا اور کسی صحابی نے انکار نہ کیا سب مان گئے اس سے معلوم ہوا کہ حرمت متعہ پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام متفق تھے کوئی مخالف نہ تھا۔

(۵) " فنھی عمر موافق لنھیہ صلی اللہ علیہ وسلم " فتح الباری ص۱۳۴ جلد ۹)

پس منع کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا متعہ سے موافق تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

" ان عمر لم یبنہ عنہا اجتہاداً او انما نھی عنہا مستند الی نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " (فتح الباری ص۱۳۷ جلد ۹) تحقیق حضرت عمر نے متعہ سے اپنے اجتہاد سے منع نہ فرمایا تھا۔ سوائے اس بات کے نہیں کہ حضرت عمر نے متعہ سے منع کیا تھا قول رسول خدا کو سند بنا کر چونکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا تھا متعہ سے۔

باقی تفسیر کبیر اور تفسیر غرائب القرآن سے نقل کر کے یہ اعتراض کرنا کہ حضرت عمرؓ کا متمتع کے لئے رجم کا دینا یہ سیاست پر محمول ہے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حرمت متعہ بھی امور سیاسیہ میں داخل ہے۔

الجواب :- یہ غلط ہے غور سے سن لینا پھر انصاف سے کام لینا جن لوگوں کو حرمت متعہ کی اطلاع نہیں ہوئی تھی اور ان سے یہ فعل صادر ہو گیا تو ان سے حد شرعی رجم و کوڑہ ساقط تھا بوجہ شبہ کے الحدود تندرئ بالشبہات حدود شبہ سے دور ہو جاتی ہیں۔ چونکہ اباحت نکاح موقت کا علم ہوا نہ حرمت کا اور جن لوگوں کو حرمت متعہ کا علم ہو چکا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو حرام قرار دے دیا ہے۔ تو پھر یہ حکم صریح زنا میں داخل ہے لہذا ایسے افراد پر ضروری حد ہوتی۔ گو علامہ باجی نے منتقی شرح موطا میں کچھ اختلاف نقل کیا ہے مگر یہ موقع اس کے بیان کا نہیں کہ کتاب لمبی ہو جائے گی۔ باقی متعہ حج جو عمر فاروقؓ کے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے بھی اجتہاداً

منع فرمایا تھا یہ بھی غلط ہے متعہ ایک خاص قسم کا حج تھا جس سے رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود منع فرمایا تھا اس سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی منع فرمایا تھا کہ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما گئے تھے۔

تفسیر کبیر صہ ۱۵۹ جلد ۲ اور تفسیر مظہری صہ ۲۱۹ سُورۃ بقرہ :۔ وھھنا نوع اخر من التمتع مکروہ وھو الذی خدر عنہ عمر رضی اللہ عنہ وقال متعتان کانتا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا انھی عنھما واعاتب علیھما متعۃ النساء ومتعۃ الحج والمراد من ھذہ المتعہ ان یجمع بین الاحرامین ثم یفسخ الحج الی العمرۃ و یتمتع بھا الی الحج وروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن لاصحابہ فی ذالک ثم نسخ وروی عن ابی ذر انّہ قال ما کانت متعۃ الحج لنا خاصۃ باقی قول عمر کہ انا احرمھا یعنی اظھر حرمتھا التی ثبت عندی من رسول اللہ صلعم والمراد بالمتعۃ فی قول عمر وعثمان امنا ھو نسخ الحج بالعمرۃ دون التمتع بالعمرۃ الی الحج الذی نطق بہ الکتاب بحیث لامرد لہ وانقعد علیہ الاجماع ۔ (تفسیر مظہری سورۃ بقر صہ ۲۱۹)۔ اس جگہ میں متعہ حج کی ایک اور قسم ہے جو مکروہ ہے جس سے حضرت عمرؓ نے منع فرمایا تھا کہ دو متعتے زمانہ رسُول میں تھے۔ ایک متعہ عورتوں کا دوسرا متعہ حج کا اور میں ان دونوں سے منع کرتا ہوں اور کرنیوالے کو سزا دوں گا اور مراد اس متعہ سے یہ ہے کہ دو احرام ایک وقت باندھے پھر حج کا احرام کھول کر عمرہ کی طرف جوڑ دے پھر اس عمرہ کو حج کے ساتھ جوڑ کر نفع اٹھائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تھی اس متعہ حج کی پھر منسوخ ہو گیا اور ابی ذر غفاری فرماتے ہیں کہ یہ متعہ حج صرف ہم اصحاب رسُول کے لئے خاص تھی۔ باقی قول عمر "احرامہا" اس کا معنی یہ ہے کہ میں حُرمت کو ظاہر کرتا ہوں جو رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکی ہے میرے نزدیک حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے قول میں متعہ

سے مراد توڑنا حج کو عمرہ کی طرف ہے نہ وہ متعہ حج جس کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے اور اس سے چارہ ہی نہیں اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

(فائدہ) معلوم ہوا کہ متعہ جس سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منع کیا تھا وہ قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوخ ہو چکا تھا۔ اور وہ متعہ حج یہ ہے کہ احرام حج توڑ کر عمرہ بنا دینا پھر اس عمرہ کو حج کے ساتھ ملا دینا اول حج عمرہ کا احرام یکجا۔ باندھنا پھر حج کا توڑ دینا پھر اس عمرہ کو حج کے ساتھ ملانا یہ ناجائز تھا کیوں نقی صاحب! اب تو جناب کی بھی آنکھ کھل گئی ہو گی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں کے ناجائز ہونے کو قول رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت کیا تھا نہ ذاتی رائے سے۔

حرمت متعہ ابن عباسؓ

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت دس سال تھی۔ فتح مکہ کے دن سات آٹھ سال تھی اور اس وقت خود مکہ میں حاضر بھی نہ تھا۔

"عن ابن عباس توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا ابن عشر سنین"

(استیعاب صـ ۳۴۳ جلد ۲) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری عمر وقت وفات رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دس سال تھی۔

(فائدہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ سنی سنائی بات بیان کرتے تھے۔

"واللہ ما بھذا افتیت ولا ھذا اردت ولا احللت منھا الا ما احل اللہ من المیتۃ والدم ولحم الخنزیر" ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! میں نے یہ فتویٰ نہیں دیا

اور نہ میں نے یہ ارادہ کیا ہے میں نے اس کو اس طرح حلال سمجھا ہے جس طرح خدا نے مردار کا گوشت اور خنزیر کا گوشت حلال کیا ہے اور دوم مسفوح حلال کیا ہے۔

(فائدہ) جب متعہ یعنی نکاح مؤقت کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا تو یہ جواب دیا کہ یہ خنزیر و مردار کے گوشت کی طرح ہے مزید بحث اس پر گذر چکی ہے بہر حال یہ حکم حالتِ اضطراری میں تھا۔ ان الاضطرار لیس من افعال المکلف۔ اور اضطراری حالت پر انسان مکلف ہی نہیں ہوتا۔ باقی ابن عباس کا جواز متعہ کا قائل ہونا ان کی ذاتی رائے تھی اور ان کا ذاتی اجتہاد تھا۔ اس جواز پر آپ کے پاس کوئی شرعی حکم موجود نہ تھا اور یہ رائے بھی تمام صحابہ کے خلاف تھی۔

ان مجموعہ الروایات تدل علی اصرار ابن عباس علی فتواہ بالمتعۃ لکن علی سبیل الضرورۃ وھو اجتہاد منہ معارض بالنصوص ویقابلۃ اجتہاد السواد الاعظم من الصحابۃ والتابعین والسائر المسلمین ۔ (تفسیر منار صـ۱۵ جلد ۵) تمام روایات دلالت کرتی ہیں اس امر پر کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا جواز متعہ کا فتویٰ ضرورت کے لیئے تھا اور وہ بھی ان کا ذاتی اجتہاد تھا جو کہ قرآن و حدیث کے نصوص کے مخالف تھا اور بڑی جماعت صحابہ کرام کی و تابعین و تمام مسلمانوں کے اس کے مخالف تھی۔

"وجزم جماعۃ من الائمۃ متفرد ابن عباس باباحتہا فھی من المسئلۃ مشھورۃ وھی ندرۃ المخالف ۔ (فتح الملہم صـ۴۴۲ جلد ۳) ائمہ مجتہدین کی جماعت نے ثابت کیا ہے کہ ابن عباس جواز متعہ میں متفرد تھا اور یہ مسئلہ مشہور ہے جس کو ندرۃ المخالف سے تعبیر کرتے ہیں یعنی شاذ و نادرہ سے ہے اور شاذ و نادر قول پر فتوے نہیں دیا جاتا۔

(فائدہ) بہر حال اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ذاتی رائے

تھی۔کوئی شرعی دلیل آپ کے پاس نہ تھی یہ رائے تمام صحابہ کے مخالف تھی جو قابل حجت نہ تھی ان تمام امورِ غریبہ کے باوجود بھی ابن عباس سے رُجُوع ثابت ہے جب رجُوع ثابت ہے تو اب پھر ان کا قول پیش کرنا بد دیانتی و خیانت نہیں تو اور کیا ہے؟ چلو کچھ بھی تھا۔ مگر جب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رجوع کر لیا تو پھر سخت بد دیانتی ہے۔ اُن کا قول پیش کر کے خلق کو صریح زنا میں گرفتار کرنے کی کوشش کرنا۔

(۱) "وابن عباس صح رجوعه الى قولهم" (فتح القدیر) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا کہ متعہ حرام ہے۔

(۲) "وابن عباس صح رجوعه بعد ما اشتهرت عنه من اباحتها" (فتح القدیر صـ۳۲) ابن عباس رضی اللہ عنہ اوّل اباحت متعہ کے قائل تھے پھر رجوع کر لیا تھا اباحت سے اور حُرمت متعہ کے قائل ہو گئے تھے۔

(۳) "وما نقل عن ابن عباسؓ من اباحتها فقد صح رجوعه" (البحر الرائق صـ۱۰۸ جلد۲) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اباحت منقول ہے پس صحیح ہو چکا رجوع ابن عباس کا متعہ کی حرمت کی طرف۔

(فائدہ) بہرحال جس وقت ہی رجوع ثابت ہوا۔ رجوع کے بعد ان کا قول پیش کرنا بغیر بد دیانتی کے اور کچھ نہیں۔

نقی صاحب نے "متعہ اور اسلام" کے صـ۲۳۲ پر ایک اور دیانتداری کی ہے۔ ابن عباس اور حضرت علی کا تنازعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "وكان ابن عباس يلين فى المتعة" ابن عباسؓ متعہ میں نرمی کرتے تھے۔ اس میں یہ دیانت داری کی ہے کہ ابن عباس حلت متعہ میں نرمی کرتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو

مضبوط کیا کہ متعہ حلال ہے نرمی سے فتوٰے نہ دیں خوب زور سے دیں۔

الجواب :- یہ جناب کی لیاقت علمی کی دلیل ہے اور دیانتداری کی۔ اصل عبارت یوں ہے۔ " وکان ابن عباس یلین فی حرمت المتعة " یعنی حرمت میں ابن عباس سُستی کرتا تھا یعنی حلال کا فتوی دیتا تھا۔ جیسا کہ اوّل گذر چکا ہے اور حضرت علیؓ نے فرمایا حُرمت میں سُستی نہ کیجئے گا یہ حرام ہے۔ مگر آئیے! میں آپ کو علی نقی کی دیانتداری کا نمونہ دکھاتا ہوں۔ اس نے "متعہ اور اسلام" کے صٓ ۲۴۹ پر فتح القدیر سے طولانی عبارت نقل کر کے آخری حصہ اس عبارت کا ترک کر دیا اور ثابت یہ کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے موت تک رجوع نہیں کیا۔

" ولم یرجع الی قول علی رضی اللہ عنہ فالاولی ان یحکم بانہ رجع بعد ذلك بناء علی ما رواہ الترمذی " (فتح القدیر صٓ ۳۴ جلد ۲) اور نہ رجوع کیا ابن عباس رضی اللہ نے قول علیؓ کی طرف پس اولیٰ بات یہ ہے کہ حکم کیا جائے کہ ابن عباسؓ نے رجوع کر لیا تھا اس کے بعد جیسا ترمذی نے بیان کیا۔

(فائدہ) اس عبارت کو ترک کر دیا۔ اس سے پہلے بھی کتنی عبارتیں نقل کر چکا ہوں کہ ابن عباس نے رجوع کر لیا تھا مگر علی نقی صاحب کی دیانت داری یہ کہ ان تمام کو ترک کر دیا ہے ہر عبارت میں ان کی خیانت ٹپک رہی ہے جواب کس کس بددیانتی کا دیا جائے۔

اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور متعہ

علی نقی صاحب نے "متعہ اور اسلام" کے صد ۱۸۹ پر علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر مظہری سے ایک حدیث نقل کی ہے۔

"روی النسائی والطحاوی عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ قالت فعلنا ھا علی عھد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم" اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ ہم نے کیا تھا زمانۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں۔

الجواب: اوّل تو فعلناھا میں ھا ضمیر کے مرجع کا علم نہیں نہ مذکور ہے کہ متعہ حج مراد ہے یا متعہ یعنی نکاح مؤقت پھر خود ہی متعۃ النساء بنا لینا غلطی ہے۔

دوم: نسائی کتاب صحاح ستہ سے ایک متداول کتاب ہے اس میں یہ الفاظ بلکہ مائی کا قول ہرگز ہرگز کوئی نہیں دکھا سکتا قاضی صاحب سے نقل میں سبق قلم ہوا۔ یا سہو کاتب ہے۔

سوم: طحاوی میں مائی کے دو قول مذکور ہیں متعۃ النساء اور متعہ حج مگر متعۃ النساء میں یہ الفاظ موجود نہیں اور نہ ہی کوئی پیش کر سکتا ہے۔ نقی صاحب تو چونکہ بڑے محقق ہیں اُن کے لئے نقل میں چوری جائز ہے بلکہ خیانت و بددیانتی تک حلال ہے ابن عباسؓ نے کہا کہ ابن زبیر مائی صاحبہ سے دریافت کرے متعہ کے متعلق۔

"فقال ابن عباس یسئال امہ ان کان صادقا فسألھا فقالت صدق ابن عباس قد کان ذلك" (فتاوی صد ۱۴ جلد ۲) پس کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سوال کرے ابن الزبیر اپنی مائی سے اگر سچا ہے۔ تو پس سوال کیا ابن زبیر نے والدہ سے فرمایا مائی نے تحقیق تھا یہ کسی وقت۔

(فائدہ) مائی سے نکاح مؤقت کا مسئلہ پوچھا گیا تھا۔ مائیؓ نے مسئلہ بتایا کہ یہ کسی وقت ہوا تھا کیا کوئی کسی فعل کا حکم بتائے تو اس فعل سے وہ مرتکب بھی ہو جاتا ہے۔ مائیؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے کیا تھا۔ اس فعل کی طرف سخت بے حیائی ہے بالفرض کسی کتاب میں فعلتها علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم " کے الفاظ بھی موجود ہوں اور متعہ سے مراد متعہ نساء ہی مراد لیا جائے جیسا طیالسی میں ہے اوّل تو متکلم مع الغیر کا صیغہ نہیں چاہتا کہ اس فعل کی نسبت ہر ہر فرد کی طرف کی جائے جس فعل کو قوم کے چند افراد نے کیا ہو اس فعل کی نسبت تمام کی طرف جائز ہوتی ہے قرآن کریم جا بجا آبا۔ واجداد کے افعال کی نسبت اولاد کی طرف کر دیتا ہے چونکہ ان میں وہ فعل مسلم ہوتا ہے یہاں بھی اسی طرح ہے چونکہ نکاح مؤقت جو افراد متعہ سے ہے مسلم تھا کسی وقت ہوا تھا بوجہ مسلم ہونے کے مائی نے تمام مسلمانوں کی طرف نسبت کر دی تھی۔ یہ عام محاورہ ہے کہ غیر مسلم کہے تو مسلمان یوں کرتے ہو یا مسلمان کہے ہم مسلمان یوں کرتے ہیں تو اس سے تمام مراد نہیں ہوتے۔

" حدثنا شعبه عن مسلم القرشی قال دخلنا علی اسماء بنت ابی بکر فسالنا ها عن المتعة " (جیسا لسان المیزان صـ۱۸/۶ جزء۶ پر) قال مسلم قرشی والد عبد الله بن مسلم روی عنه ابنه فقط " شعبہ بیان کرتا ہے کہ مسلم قرشی سے حالانکہ مسلم قرشی سے سوائے اس کے بیٹے کے کوئی راوی ملتا ہی نہیں ..... مسلم قرشی جو عبد اللہ کا والد اور عبد اللہ بن مسلم قرشی کا بیٹا ہے بغیر اس عبد اللہ کے مسلم قرشی سے کوئی روایت نہیں کرتا۔ فقط کی قید سے صاف ظاہر ہے

میزان الاعتدال صـ۱۶۸ پر " مسلم قرشی والد عبد الله ماروی عنه سوا ابنه " مسلم قرشی عبد اللہ کا والد سوائے عبد اللہ کے مسلم قرشی سے کوئی دوسرا راوی بیان نہیں کرتا۔

(فائدہ) اسمار الرجال سے ثابت ہوا کہ مسلم قرشی سے سوائے اس کے بیٹے کے دوسرا

کوئی راوی نہیں ملتا۔ اور یہ روایت عبداللہ سے مروی نہیں لہٰذا مردود ہوئی۔ قابل حجت نہیں۔ علی نقی صاحب "متعہ اور اسلام" کے صف ۱۹۰ پر یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں جس جگہ زبیر سے قرین قیاس یہ ہے کہ متعہ کرنے والے یہی حضرت زبیر ہوں اور انہی عارضی تعلقات میں عبداللہ بن زبیرؓ کی ولادت ہوئی ہو۔

الجواب:۔ نقی صاحب! میں آپ کو اعلان کرتا ہوں بلکہ آپ کا فرض تھا بلکہ ہر حیادار آدمی کا فرض ہوتا ہے کہ جس کام کا دعوے کرے تو اس کا ثبوت بہم پہنچائے۔ آپ کا فرض تھا کہ حضرت زبیر اور حضرت اسماء کا نکاح صحیح سے اوّلاً متعہ ثابت کرتے اور اس کے [illegible] اس [illegible] ضی تعلق کا ذکر کرتے [illegible] ین قیاس کا تذکرہ ہوتا۔ اگر قیاس پر بات ہے تو یہ تو ہر انسان دوسرے کو کہہ سکتا ہے تم متعہ سے پیدا ہوئے وہ جواب طلب کرے تو جواب دیا جائے قرین قیاس ہے۔

کیا نقی صاحب یا کوئی عالم شیعہ اسماء کا متعہ زبیر یا کسی سے بحوالہ کتاب صحیح سند سے پیش کر سکتا ہے؟ جب یہ نہیں کر سکتا تو پھر ہر انسان کو شرم کرنا چاہیئے کہ کسی کے بزرگ پر حملہ کرتے ہوئے سوچے کہ اگر یہی حملہ میری ذات پر ہوا کتنا دردانگیز ہوگا۔ آپ غلط روایت اور غلط مطلب بیان کر کے خواہ مخواہ مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کرتے ہیں کس قدر ظلم ہے؟

نقی صاحب فرماتے ہیں کہاں ہیں متعہ کو زنا، وحرامکاری کے ناپاک الفاظ سے یاد کرنے والے؟

الجواب:۔ کہاں ہیں؟ وہ جھوٹی و مکذوبہ طریقہ سے متعہ کی نسبت مائی صاحبہؓ کی طرف کرنے والے! ان کو حیاء چاہیئے۔ کہاں ہے نسائی میں؟ اور کہاں ہیں یہ الفاظ طحاوی میں؟ وہ ذرا پیش کریں۔ غلط روایات پیش کرنے والوں کو آنکھیں کھولنی چاہیئیں؟

بہرحال نسائی اور طحاوی میں یہ الفاظ نہیں. طحاوی صـ۳۷ جلد۲ پر مائی صاحبہ کا قول مذکور ہے جس میں آپ نے متعۃ الحج بیان کرتی ہیں متعۃ النساء کا وہاں بھی ذکر نہیں جس کا جی چاہے طحاوی دیکھ لے۔

پھر نقی صاحب صـ۱۹۰ پر فرماتے ہیں کہ مائی نے نسخ متعہ کا ذکر نہیں کیا معلوم ہوا کہ متعہ کے جواز کے قائل تھے. سبحان اللہ! محقق صاحب! کیونکر ذکر کرتیں. حرمت متعہ جب بچہ بچہ جانتا تھا تو ذکر کی کیا حاجت۔ ابن عباس وغیرہ اگر خنزیر کے گوشت کی طرح مباح کہتے تھے. تو انہی دنوں میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رجوع بھی کرلیا اور جو دن اباحت کا قائل رہا تو ذاتی رائے کی وجہ سے نہ دلیل کی وجہ سے۔

عمل بعض صحابہ و متعہ

علی نقی نے "متعہ اور اسلام" کے صـ۱۸۱ پر چند صحابہ و تابعین سے ثابت کیا ہے کہ یہ وفات رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی قائل متعہ تھے۔ ان میں سے ایک ابن جریج ہے۔ (۲) جابر بن عبداللہ انصاری (۳) ابی سعید (۴) سلمہ بن امیہ (۵) امیر معاویہ (۶) ابن حریث (۷) ان رجلا قوم نام معلوم نہیں (۸) عبداللہ بن مسعود (۹) تابعین سے طاؤس (۱۰) سعید بن جبیر (۱۱) عطار (۱۲) ابن عباس۔ باقی محقق دیانتدار نے حصین بن عمران وابی کعب کو اسی فہرست میں شمار کردیا ہے حالانکہ ان سے ثبوت ہم نہ پہنچا سکا۔

الجواب:۔ پہلے یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ متعہ جس کو شیعہ رواج دینا چاہتے ہیں اس میں اور زنا میں کوئی فرق نہیں ہے اس کا وجود اسلام میں نظر نہیں آتا کسی وقت میں اسلام

نے اس کی اجازت نہیں دی۔ قرآن کریم کی مکی و مدنی آیات اس کی حرمت پر دال ہیں۔ اس کی حلت کا عقیدہ رکھنے والے کا فرض ہے کہ اس عقیدہ کو دلائل قطعیہ سے ثابت کرے کسی خاص شخص کے کسی عارضی فعل سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا اور جس آیت کو متعہ کے متعلق پیش کیا جاتا ہے اس کو متعہ سے کوئی دُور کا واسطہ بھی نہیں ہے اور جناب کا اپنی کتاب کے صفہ۲ پر لکھنا کہ یہ آیت بھی بعد فتح کے نازل ہوئی ہے اور متعہ کو سُنی فتح مکہ کے دن حرام قرار دیتے ہیں اور قرآن اس حرمت کے بعد نازل ہوا ہے۔

الجواب:- نقی صاحب! یہ دلیل ہماری ہے نہ تمھاری۔ میں ثابت کر آیا ہوں کہ آیت کو متعہ سے کوئی تعلق نہیں پھر نزول سے استدلال کیا۔ ہم تو کہتے ہیں کہ نکاح مؤقت، حدیثِ رسول سے ہی جائز ہوا اور حدیثِ رسول ہی سے منسوخ و حرام ہوا۔

نقی صاحب! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دن دُنیا سے انتقال فرمایا اس دن بقول ڈاکٹر اسپرنگر کے چار لاکھ افراد "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھنے والے چھوڑ کر گئے تھے جو تمام کے تمام حرمتِ متعہ و نکاح مؤقت کے قائل تھے۔ ان چار لاکھ میں سے دس بارہ آدمی بڑی عرق ریزی سے شیعہ نے ثبوت متعہ مبارک کے لئے پیش کئے۔ جن میں بڑی ہستی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تھی جس کا حال گذر چکا ہے باقی ان کا حال دو پہلو رکھتا ہے جیسا اول بیان ہو چکا ہے یا تو ان دس آدمیوں نے عمداً رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی تھی یا بوجہ عدم بلوغ حدیث حرمت متعہ کے مخالف تھے انصاف شیعہ پر ہے اگر شق اول لی جائے تو اس کا اقرار تو شیعہ بھی نہیں کرتے اور پھر جب خبر حرمت متعہ کی ان کو ہو تو فوری رجوع کر لیا حلت متعہ سے اور حرام کے قائل گئے۔ اگر عمداً مخالفت خواہش کی وجہ سے کی تو پھر بعد بلوغ خبر حرمت متعہ بھی مخالف رہتے معلوم ہوا کہ عدم بلوغ خبر کی وجہ

سے معذور تھے پھر جب مرفوع حدیث صحیح و مشہور سے حُرمت متعہ ثابت ہو چکی ہے۔ کیا ان چند آدمیوں کا فرمان وعمل دین سمجھا جائے گا۔ نقی صاحب! ان دس آدمیوں کا عمل آپ کو اتنا مرغوب ہے مگر قولِ رسُول اور تمام صحابہ کا مرغوب نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

اب ذرا ایک ایک سے رجُوع سُن لیں!

فتح الباری صـ۱۳۸ جلد ۹ تفسیر مظہری و فتح الملہم صـ۴۴۴ جلد ۳

(۱) "وقد نقل ابو عوانة فی صحیحه من ابن جریج انه رجع عنها بعد ان روی بالبصرة فی اباحتها" ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ ابن جریجؒ نے متعہ کی اباحت سے رجوع کر لیا تھا بعد اس کے کہ بصرہ میں فتوائے جواز دیا تھا۔

(۲) ابی بن کعبؓ کا نام محض دیانت داری سے لیا اور بتایا کہ میں محقق دیانتدار ہوں اور الی اجل مسمیٰ کی قید ہماری معتبر کُتب میں موجود بھی نہیں علاوہ ازیں قرأۃ شاذہ سے ہے نہ قرآن و حدیث سے۔

(۳) عمران بن حصین سے متعہ ثابت کیا حالانکہ بخاری باب تمتع حجّ صـ۲۱۳، اور امام نودی شرح مسلم صـ۴۰۲ جلد ۱ میں یہ قول عمران بن حصین کا متعہ حجّ میں بیان کیا مگر دیانتدار نے متعۃ النساء میں داخل کر دیا۔

(۴) رجوع ابی سعید واما ابو سعید فاخرج عبد الرزاق عن ابن جریج ان عطاء قال اخبرنی من شئت من ابی سعید قال لقد کان احدنا یتمتع بحل القدح سویقاً" (فتح الباری صـ۱۳۸ جلد ۹) اخراج کیا عبدالرزاق نے ابن جریج سے کہ عطاء نے خبر دی اس مرد سے جس کو تو چاہتا ہے ابو سعید سے کہ اس نے کہا کہ متعہ کرتا تھا ہم سے ایک آدمی کچھ ستو یا ایک پیمانہ پر۔

(فائدہ) اس میں زمانۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اطلاع ہے نہ اپنے فعل کی خبر ہے پھر راوی بھی اس میں ایک مجہول ہے مگر دیانتدار کو یہ جائز ہے۔

رجوع جابر بن عبد اللہؓ انصاری

سیرۃ ابن ہشام میں ہے کہ جابر بن عبد اللہ انصاری خیبر کے موقعہ پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ موجود نہ تھے۔ (سیرۃ صہ ۳۳۱ جلد ۲) اس واسطے خیبر کے دن کی حرمت متعہ کا اُن کو علم نہ تھا۔

" اخرج الحازمی بسندہ الی جابر بن عبد اللہ قال خرجنا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الی غزوہ تبوک حتی اذاکنا عند العقبہ ممایلی الشام جاءت النسوۃ فذکرنا تمتعهن یطغن فی رحالنا فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنظر الیهن فقال من هولاء النسوۃ فقلنا یارسول اللہ نسوۃ تمتعنا بهن قال فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی احمرت وجنتاہ وتحمر وجهه وقام فینا خطیبا فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم نهی عن المتعة فوارعنا یومئذ الرجال النساء ولم نعد ولا نعود الیها ابدا علامہ شبیر احمد عثمانی لم نعد ولا نعود الیها ابدا پر فرماتے ہیں۔ فقوله فلم نعد الیها فیہ رد علی ابن حزم حیث عد جابرا فیمن ثبت علی تحلیلها " (فتح الملہم صہ ۴۴۴ جلد ۳) ۔ علامہ حازمی نے جابر بن عبد اللہ سے بیان کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ہم ہمراہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ تبوک پر گئے جب ہم عقبہ جو شامی سرحد سے ملا تھا پہنچے تو کچھ عورتیں آئیں پس ذکر کیا ہم نے کہ متعہ کیا تھا ان سے ہم نے اور وہ ہمارے

سامان میں پھر رہی تھیں کہ رسُول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پس رسُول اللہ نے دریافت فرمایا" یہ کون عورتیں ہیں ؛ تو ہم نے جواب دیا کہ یہ عورتیں ہیں جن سے ہم نے متعہ یعنی نکاح مؤقت کیا تھا۔ پس سخت غضبناک ہُوئے رسُولِ خدا حتیٰ کہ آپ کا چہرہ مبارک لعل سُرخ ہو گیا اور ہم میں کھڑے ہو کر تقریر فرمائی بعد خدا کی حمد وثنا کے پھر متعہ سے بھی منع فرمایا پس ہم مردوں نے ان عورتوں کو وہاں جُدا کر دیا اور اس کے بعد ہم متعہ کی طرف نہ لوٹے اور کبھی آئندہ بھی متعہ نہ کریں گے اور علامہ شبیر احمد عثمانی نے فتح الملہم میں فرمایا کہ لفظ "لم نعد ولا نعود" میں رَد ہے ابن حزم پر جس نے جابر کو ان لوگوں کی فہرست میں شمار کر دیا ہے۔ جو بعد رسُول (بوجہ عدم بلوغ خبر) کے اباحت پر قائم رہے تھے۔

(فائدہ) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کو دیکھ کر غضب ناک ہونا اس امر کی دلیل واضح ہے کہ اس متعہ کو آپ اوّل حرام فرما چکے تھے اس واسطے غضب ناک ہوئے کہ قول رسُول کی مخالفت ہو رہی ہے اگر اس سے پہلے حرام نہ ہوتا تو غضب ناک ہونے کی کیا ضرورت تھی صرف فرما دیتے کہ آئندہ متعہ سے باز رہنا۔ دُوسرا اس حدیث میں بھی نہیں کہ اس وقت اُنھوں نے متعہ کیا ہوا تھا اس میں اس سابقہ متعہ جو فتح مکہ کے دن ہوا اس کی یاد تازہ ہو رہی ہو۔

باقی میں تسلیم کرتا ہوں کہ حضرت جابر سے مسلم میں روایت موجود ہے کہ وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ہم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا تو ہم منع ہو گئے۔

جیسا فتح الباری و فتح الملہم میں صد ۴۴۲ جلد ۳ :- "عن ابی نضرۃ قال کنت عند جابر ابن عبد اللہ فاتاہ ات قال ابن عباس و ابن الزبیر اختلفا فی المتعتین فقال فعلناھما مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم نہانا عنہما عمرؓ لم نعد لھما" ابی نضرۃ سے روایت ہے کہ میں جابر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا اس نے بیان کیا کہ ابن عباسؓ

وابن زبیرؓ کا کہ دونوں متعوں میں اختلاف پیدا ہوگیا ہے تو جابر نے کہا ہم نے ہمراہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا تو ہم نے پھر نہیں کیا۔

پھر اسی فتح الملہم کے صفحہ ۴۴۲ پر ہے:۔

"ولعل جابر لم یتذکر نہی الاعند نہی عمرؓ عنہا والا فجابر فمن جملۃ من روی فی تحریمہا وحدیثہ حسن صحیح یحتج بہ" شائد جابر کو منع رسول بھول چکا تھا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یاد دلایا تو یاد آیا ورنہ جابر سے خود حرمت متعہ کی روایت صحیح حسن موجود ہے کہ متعہ حرام ہے۔

(فائدہ) کچھ بھی ہو جابرؓ کا رجوع ثابت ہے خواہ کسی وقت ہی ہو رجوع پایا گیا۔ جب رجوع ثابت ہوگیا تو پھر حضرت جابر کو مجاز متعہ کا قائل کہنا بددیانتی وخیانت نہیں تو کیا ہے۔

ابن حزم ومتعہ

نقی صاحب کا خیال ہے کہ ابن حزم بھی متعہ کی اباحت کا قائل ہے اس واسطے ابن حزم کا مذہب نقل کیا جاتا ہے کہ علی نقی صاحب کی تحقیق ودیانت کا پردہ چاک ہوگا۔

"وقد اعترف ابن حزم مع ذلک بتحریمہا بثبوت قولہ صلی اللہ علیہ وسلم انہا حرام الی یوم القیامۃ قال فامنا بہذا القول نسخ التحریم" اور تحقیق اقرار کیا ہے ابن حزم نے حرمت متعہ کا چونکہ فرمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہے کہ متعہ قیامت تک حرام ہے کہا ابن حزم نے کہ ہم اس قول رسول سے منسوخ ہونے متعہ سے امن میں ہوگئے۔

(فائدہ) قیامت تک متعہ حرام ہے قیامت کی قید سے ثابت ہوگیا کہ آئندہ متعہ

کے جواز کا کوئی احتمال باقی نہیں رہا۔

رجوع ابن مسعودؓ

پہلے گذر چکا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے متعہ کی اباحت کی کوئی روایت موجود نہیں بلکہ اُن سے نکاح مؤقت کی اباحت کا ثبوت ملتا تھا۔

"فقال القرطبی لعله لم یکن حینئذ بلغه الناسخ ثم بلغه فرجع بعد قلت یؤیده ما ذکر اسماعیل انه وقع فی روایته ابی معاویة عن اسماعیل بن ابی خالد فعله ثم ترك ذلك وفی روایت ابن عینیه عن اسماعیل ثم جاء تحریمها بعد وفی روایة معمو عن اسماعیل ثم نسخ" علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ اس وقت تک قائل تھا جب تک اُن کو ناسخ متعہ کی حدیث نہ ملی جب ناسخ مل گیا تو متعہ سے توبہ کر لی تھی۔

ابن حجر فرماتے ہیں اس بات کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں بیلی نے معاویہ کے واسطہ سے اسماعیل بن خالد سے بیان کی ہے کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا ہم نے کیا پھر متعہ کو حرام قرار دیا۔ یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اور ایک روایت میں کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا پھر متعہ منسوخ ہو گیا تھا۔

(فائدہ) ابن مسعودؓ سے حرمت متعہ کی روایت موجود ہے۔

رجوع امیر معاویہؓ

"عن جابر عن عبد الرزاق اخرجنا ان ذلك کان قدیما وقد کان معاویة

متبع عمر مقتدبا به فلا یشك انه عمل بقوله بعد النهى " عبدالرزاق نے جابر کے واسطہ سے اخراج کیا حدیث کا کہ معاویہ کا یہ نکاح مؤقت زمانہ قدیم میں تھا نہ (یہ کہ بعد رسول خدا کرتا تھا) اور امیر معاویہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا متبع و مقتدی تھا یقیناً اس نے حضرت عمرؓ کے قول پر بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کیا ہوگا ۔

رجوع اصحابؓ ابن عباسؓ مکہ والے

"قال ابن عبد الله اصحاب ابن عباس من اهل مكة واليمن على اباحتها ثم اتفق فقهاء الامصار على تحريمه " (فتح الباری ص ۱۳۸ جلد ۹) ابن عبداللہ کہا کہ اصحاب ابن عباس مکہ و یمن کے اباحت متعہ کے قائل تھے مگر تمام کے تمام شہروں والے حرمت متعہ پر متفق ہو گئے (فائدہ) اس طاؤس اور عطاء بھی اور سعید بن جبیر بھی ان تمام کا رجوع ثابت ہو گیا جب ابن عباسؓ کا رجوع ثابت ہو چکا ہے ۔ تو باقی اُن کے شاگردوں کے رجوع کو ثابت کرنے کی تو چنداں ضرورت ہی نہ تھی چونکہ وہ محض ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تابع تھے جب متبوع کا رجوع ثابت ہے تو تابع کا خود ہی ثابت اور ابن عباسؓ کے پاس کوئی دلیل حدیث رسول سے موجود نہ تھی ان کا ذاتی خیال تھا اور ذاتی خیال بھی رسول اللہ کے مخالف تھا کب قابل حجت ہو سکتا ہے اور ابن حریث واسلم بن اُمیہ اور ایک مرد شامی جن کا تذکرہ نقی صاحب نے کیا ہے نقی صاحب! ان کا فعل یا قول آپ کو اس وقت فائدہ دے گا جب اول یہ ثابت کر دیں کہ ان کو حرمت متعہ کا علم تھا اگر یہ ثابت نہ ہو جائے تو پھر انھوں نے بوجہ لاعلمی کے کہا تھا یا کیا تھا اور جب علم ہوا تو تائب ہو گئے باقی یہ سوال کرنا ان کے نزدیک یہ

حدیث صحیح ہی نہ تھی یہ غلط ہے بلکہ یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح و مرفوع تھی قابل حجت تھی۔ جب اُن کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منع کیا تو پھر اُن سے یہ فعل صادر نہیں ہوا - اگر حدیث کو غلط کہا جائے تو بعد منع کرنے کے بھی عمل پر مُصر رہتے۔

میں کہتا ہوں اُن کے نزدیک حدیث صحیح تھی۔ صرف عدم بلوغ کی وجہ سے جو ہُوا سو ہُوا۔ فارُوق رضی اللہ عنہ اوّل بھی موجود تھا اگر صرف اُن کا خوف تھا تو اوّل ہی نہ کرتے۔ اگر آپ میں ہمّت ہے یا اپنے قول کا پاس ہے کہ بعد منع کرنے عمر فارُوق رضی اللہ عنہ کے پھر اُن سے یہ فعل صادر ہُوا۔ تو پیش کریں ابن حریث سے اور سلمہ بن امیّہ سے جن سے جناب متعہ کی اولاد بھی ثابت کرتے ہیں۔ اور ابن عباس کے رجُوع سے بقایا کا رجوع ثابت ہے۔

" اخرج البیھقی عن الزھری انه قال مامات ابن عباس حتی رجع عن فتواه بحل المتعة وکذا ذکره ابوعوانة فی صحیحة " (تفسیر مظہری ص ۶۲) علامہ بیہقی نے اس حدیث کا اخراج کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ موت سے اوّل حلت متعہ سے تائب ہو چکا تھا اور حُرمت متعہ کا قائل ہو چکا تھا اسی طرح ذکر کیا ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں۔

اصل میں شیعہ کو لفظ " فما استمتعتم بہ " کے سمجھنے میں سخت غلطی ہوئی لفظ " متعہ " کو دیکھ کر فوری بول اُٹھے کہ متعہ قرآن سے ثابت ہے یہ خیال نہ کیا کہ متعہ کا معنی مطلق نفع اُٹھانا ہے یہ " خاص متعہ " کہاں سے ثابت ہُوا۔

مناظرہ سُنّی شیعہ

مولوی فیض محمد شیعی ۔ متعہ کا اس سے زیادہ ثبوت کیا ہونا چاہیئے کہ قرآن کریم نے اس کی حلت کا اعلان کر دیا ہے اور سُنیّوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کر کے متعہ کو حرام قرار دیا اور قرآن کو چھوڑ دیا۔

اللہ یار خان سُنّی ——— استغفر اللہ ! متعہ کی حِلّت قرآن تو قرآن کسی حدیث سے بھی ثابت نہیں ہے البتہ قرآنی آیات خواہ مکّی ہیں یا مدنی حُرمت متعہ پر صاف صاف دلالت کرتی ہیں باقی خیال کرنا حلّت و حُرمت کا اختیار ہمارے مذہب میں کلّی طور پر پیغمبر کو بھی نہیں ہوتا بلکہ یہ فعل خدا تعالےٰ کا ہے۔ حضرت عمر کو کہاں سے فعل حُرمت کا اختیار حاصل ہوا یہ اختیارات تو مذہب شیعہ میں ائمہ معصومین کو دیئے گئے ہیں جس چیز کو چاہیں حرام کریں۔ جس کو حلال کریں۔

شیعہ ——— قرآن کی آیت " فما استمتعتم بہ منھن فاٰتوھُن اجورھُن " موجود ہے کہ جس عورت سے متعہ کرو اس کو متعہ کی اُجرت دیا کرو۔

سُنی ——— سُبحان اللہ ! آیت کا مطلب خوب سمجھا۔ اجی ملک فیض محمد ! آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ جن عورتوں سے تم جماع سے نفع اٹھاؤ۔ ان کو مہر دے دیا کرو ! نہ کہ متعہ۔

شیعہ ——— مہر ہرگز مراد نہیں ہو سکتا مہر تو محض نکاح کرنے سے لازم ہو جاتا ہے پھر فائدہ اٹھانے کی قید کی کیا حاجت تھی لہٰذا متعہ کی اُجرت مراد ہے۔

سُنّی ——— کس قائل نے کہا ہے کہ محض نکاح سے پورا مہر لازم ہو جاتا ہے اجی حضرت! بعد نکاح قبل از خلوۃ صحیحہ یا وطی کے طلاق دے دی جائے تو نصف مہر دینا پڑتا ہے نہ پورا۔ اور آیت میں پورا مہر مراد ہے۔

شیعہ ——— آیت میں پورے مہر کا کوئی قرینہ نہیں آپ کس لفظ سے پورا مہر مراد لیتے ہیں؟

سُنّی ——— نصف کے نہ مذکور ہونے سے پورا مراد لیتے ہیں جب چیز مطلق چھوڑ دی جائے تو مراد فرد کامل اس سے ہوتا ہے جب نصف کا لفظ نہ تھا۔ تو ہم نے کامل مراد لیا اور کامل پورا مہر ہے۔

فیض محمد صاحب شیعہ ——— آیت فما استمتعتم بہ جس کی مصدر جو ماخذ فعل ہے متعہ ہے آپ نکاح کس لفظ سے لیتے ہیں متعہ سے متعہ ہی مراد ہو گا نہ نکاح۔

سُنی اللہ یار خان ——— متعہ کے معنی لغت عربی میں کیا ہیں۔ آیا یہی آپ کا اصطلاحی متعہ یا مطلق نفع اٹھانا۔

شیعہ ——— اس سے ہم کو کیا واسطہ؟ لفظ متعہ کا موجود ہے۔

سُنّی ——— اچھا، آپ صرف لفظ سے بحث کرتے ہیں۔ اچھا فرمائیں، کوئی خارجی مردود شیعہ پر یہ اعتراض کر دے کہ تم یزید کو بہت بُرا بھلا کہتے ہو حالانکہ قرآن اس کی بڑی تعریف کرتا ہے۔

شیعہ ——— وہ آیت قرآن میں کہاں ہے؟

سُنی ——— ارے بھائی! میں نے تو خارجیوں کا عقیدہ پیش کیا تھا نہ سُنّیوں کا۔

شیعہ ——— اچھا، خارجی کونسی آیت تعریف یزید میں پیش کرتے ہیں یزید تو وقت

نزول قرآن موجود ہی نہ تھا۔

سُنّی ــــ ارے بھائی! ہم کو اس سے بحث نہیں وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں۔
"ویزیدھم من فضل اللہ" یزید بنو امیہ کا خدا کے فضل سے ہے اور خدا کے فضل سے پیدا ہوا اور خدا کے فضل حکومت لی۔ اور خدا نے فضل کرکے اس کو دی۔ بس شیعہ مولوی تاڑ گیا۔ کہ متعہ کے لفظ کا جواب لفظ یزید سے دیا گیا۔

سُنی ــــ جناب عالی! آیت سے مُراد نکاح صحیح مراد ہے اور منکوحہ سے زوجہ مُراد ہے نہ ممتوعہ عورت زوجہ ہے نہ زوجہ میں داخل ہے آیت قرآنی متعہ کو حرام قرار دے چکی ہے۔

(۱) "فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلاثۃ و ربع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم" پس نکاح کریں ان عورتوں سے جو خوش آئیں تم کو دو دو تین تین چار چار سے پس خوف عدل ہو یعنی بے انصافی کا تو ایک ہی کافی پر پابندی رکھیں۔

(۲) "و من لم یستطع منکم طولاً ان ینکح المحصنات المؤمنات فما ملکت ایمانکم الی ان قال ذلک لمن خشی العنت منکم و ان تصبروا خیر لکم" جو شخص تم میں سے آزاد عورتیں سے نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو پس لونڈیاں کرلے مگر لونڈی سے اس وقت جائز ہے جب خوف زنا کا ہو اگر صبر کرو تو تمہارے لئے اچھا ہوگا۔

(۳) "ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحاً حتی یغنیھم اللہ من فضلہ" بچتے رہیں وہ لوگ جو نکاح کی طاقت نہیں رکھتے یہاں تک کہ خدا ان کو غنی کردے اپنے فضل و کرم سے۔

(فائدہ) قرآن نے دو دو تین تین چار چار کی قید لگا کر متعہ کی جڑ اکھیڑ پھینکی چونکہ متعہ میں ممتوعہ عورتوں کی کوئی تعداد نہیں ہوتی خواہ چار سو کرلیں معلوم ہوا کہ ممتوعہ زن "فانکحوا" کے حکم میں جو

قرآن میں آتا ہے داخل نہیں ہے۔

دوم :۔ قرآن نے عدل کی قید لگا کر متعہ پر کاری ضرب لگائی چونکہ ممتوعہ عورتوں میں عدل و انصاف کی ضرورت نہیں۔ انصاف و عدل سے باری مقرر کرنا صرف منکوحہ زوجہ کے لئے ہے۔

سوم :۔ بعد نکاح " او ما ملکت " کی قید لگا کر بتا دیا کہ صرف دو قسم کی عورتیں حلال ہیں۔ اگر ممتوعہ زن حلال ہوتی تو اس کا ذکر بھی کیا جاتا۔

چہارم :۔ " ومن لم یستطع منکم طولا " کی قید سے متعہ فنا ہو گا قرآن نے بتایا کہ آزاد مسلمان عورتوں کے نہ ملنے پر باندیوں سے نکاح کر لینا اگر متعہ کا وجود ہوتا تو قرآن یوں فرماتا " ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المؤمنات فاستمتعوا بالنساء او ما ملکت ایمانکم "۔ چونکہ متعہ مبارکہ تو دو آنہ چار آنہ پر روٹی و کپڑا پر بھی کیا جا سکتا تھا۔ ایک آسان اور ارزاں پھر بالکل جدید لذۃ۔ ہر نئی میں لذت ہوتی ہے پھر ہر روز نیا نظارہ۔ پھر صبر کی قید قرآن کو کیونکر لگانا پڑتی۔ صاف حکم دیتا اگر آزاد عورت نہیں ملتی اور نہ ہی باندی ملتی ہے تو دو چار آنہ پر نئی نئی سے ہم آغوش ہو جانا چاہیئے۔

واہ متعہ شریف، الحمد للہ! کہ اس کی خدا نے اجازت نہ فرمائی تھی ورنہ کوئی شخص اپنی عزت نہ بچا سکتا جو زانی و زانیہ پکڑے جاتے تو فوری کہتے ہم نے تو جناب صیغے متعہ کے پڑھ کر یہ متبرک فعل کیا ہے۔ ہم نے تو خالی ثواب نہیں لوٹا بلکہ ملائکہ کی پیدائش کی وجہ سے ہم تو یہ فعل کرتے ہیں۔ ملائکہ کثرت سے پیدا ہوں۔

اے اہل اسلام! اہل انصاف! خدا کے لئے انصاف کرنا اگر اس متعہ کو جائز رکھا جائے تو کیا حدود شرعی باقی رہ سکتی ہیں جن پر کوڑے لگائے جائیں یا رجم کیا جائے۔ اگر باکرہ

لڑکی اور کنوارہ لڑکا زنا کرتے پکڑے جائیں یا بیوہ عورت پکڑی جائے تو اس پر کب حد جاری کی جا سکتی ہے وہ فوری کہہ سکتی ہے کہ ہم نے متعہ کیا ہوا ہے اگر ممتوعہ عورت زوجہ میں داخل ہوتی تو قرآن کریم "خشی العنت" کی قید نہ لگاتا۔ متعہ تو ہر وقت مل سکتا تھا بچنے کی کیا حاجت تھی اور صبر کی قید کی کیا ضرورت تھی۔

میں حیران ہوں جب شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ متعہ کو حرام نہ فرماتے تو کوئی انسان زنا نہ کرتا بھلا ان سے دریافت کریں متعہ سے بڑھ کر کونسی زنا ہے جو لوگ کرتے ہیں۔ لوگ زنا کرتے ہیں مگر اس کو حرام سمجھ کر کرتے ہیں۔ آپ حلال ہونے کا فتوے دیتے ہیں دونوں میں بڑا فرق ہے۔

اچھا علی نقی صاحب! اس حدیث کا ذرا جواب دیں جو فتح بن یزید سے مروی ہے "متعہ اور اسلام" کے صد ۸۱ پر "سالت ابالحسن علیه السلام عن المتعة فقال هی حلال مباح مطلق لمن لم یغنیه الله بالتزویج فلیستعفف بالمتعة فان استغنی عنها بالتزویج فهی مباح له ازغاب عنها" سوال کیا میں نے متعہ کے متعلق تو حضرت نے فرمایا کہ حلال مباح ہے اس کے لیے جس نے شادی نہ کی ہوئی ہو بے شک وہ متعہ کے ذریعہ سے بدکاری سے بچے لیکن جس نے شادی کر لی ہے اس کو اب ضرورت نہیں ہاں اسوقت مباح ہوگا جب سفر میں چلا جائے۔ (فائدہ) نقی صاحب! اگر متعہ نکاح میں داخل تھا تو ایک عورت آزاد سے شادی کر لینے پر متعہ کیونکر حرام ہوا جب ایک مرد کو چار عورتوں کی اجازت قرآن نے دے دی ہے پہلے بھی ایک یا دو یا تین عورتیں منکوحہ تھیں اگر متعہ نکاح میں داخل تھا تو اس چہارم سے متعہ کرنا حلال ہوتا حالانکہ امام نکاح صحیح کے بعد حرام فرماتے ہیں پھر آپ کس طرح نکاح میں داخل کرتے ہیں۔

تقریظ

الحمد للہ وکفٰے وسلام علیٰ عبادہٖ الذین اصطفیٰ اما بعد

تمام اہل اسلام کی خدمت میں گذارش ہے کہ سید علی نقی صاحب شیعی لکھنوی نے ایک چھوٹا سا رسالہ نامی "متعہ اور اسلام" اہل سُنت والجماعت کے خلاف لکھا جس کو امامیہ مشن لاہور نے شائع کیا۔ اس رسالہ میں سیّد موصوف نے متعہ کے حلال ہونے کو بزعم خویش قرآن وحدیث سے ثابت کیا۔ اور اہل سنت والجماعت کے مسلک کو عقل و نقل کے خلاف قرار دیا ہے سخت ضرورت تھی کہ اس مسئلہ میں مسلک حقہ اہل سُنّت والجماعت کے دلائل وبراہین کو آسان اُردو عبارت میں واضح کیا جائے۔ اور سیّد صاحب کے اعتراضات کے عام فہم اور مضبوط جواب تحریر کئے جائیں تاکہ عامۃ الناس غلط فہمی میں مبتلاً ہو کر دین و ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں خداوند تبارک وتعالیٰ تمام اہل اسلام خصوصًا طالبانِ تحقیق کیطرف سے مولانا اللہ یار خان صاحب کو جزائے خیر عطا کرے جنہوں نے باوجود مشاغل کثیرہ کے اس دینی ضرورت کو باحسن وجوہ پورا کیا ہے۔

میں نے اوّل سے آخر تک اس مضمون کو دیکھا ہے بفضلہ تعالےٰ مضمون کیا ہے۔ ایک دریائے تحقیقات ہے جو ساون کے دریاؤں کی طرح موجیں مار رہا ہے حق یہ ہے کہ مولانا اللہ خانصاحب مد اللہ ظلہٗ العالی نے حق تحقیق ادا کر دیا ہے اس لیۓ اہلِ اسلام سے درخواست ہے کہ اس رسالہ کو زیادہ سے زیادہ شائع کرنے کی کوشش کریں اور اس کے مضامین کو محفوظ رکھنے میں سُستی سے کام نہ لیں۔ مجھے تسلیم ہے کہ اس کتاب کی زبان اہل زبان کے محاورات کے مطابق نہیں ہے مگر آپ اس رسالہ کو ادبی رسالہ تصوّر نہ کریں بلکہ ایک علمی اور تحقیقی مضمون خیال کر کے اس کے مطالعہ سے شرف اندوز ہوں۔

حررہٗ احمد شاہ بخاری

مدرس مدرسہ عربیہ دار الہدیٰ چوکیرہ ضلع سرگودھا پاکستان